حضرت شبیر کے پدر بزرگوار کا روضۂ اقدس (نجف اشرف)
ابن عم رسول حضرت علی ابن ابی طالب کی بارگاہ
روحانیت کے رہبر اعظم سید الشہداء حضرت امام حسین کی بارگاہ کا دلکش نظارہ
کربلا

URDU

شبیر نمبر
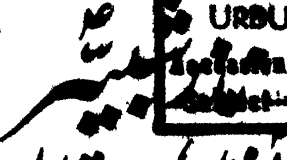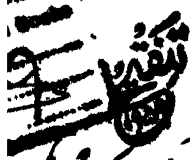
بارگاہِ حسینی میں چوتھا ناچیز ہدیہ

میرے مولا شبیرؑ! میرے آقا شبیرؑ! کشتۂ ظلم و جفا شبیرؑ! آناً فاناً سال گذر گیا اور پھر محرم آگیا۔ جس نے آپکی یاد تازہ کر دی۔ مولا! آپکی یاد ہمیں انفرادیت کی پستی سے ابھار کر حیات ملی کا راز بتاتی ہے آقا! آپکی یاد ہمیں شجاعت و استقامت بالصبر اور حریت کی تعلیم دیتی ہے۔ آپکی یاد ہمیں حیات ابدی حاصل کرنیکا راز بتاتی ہے تو پھر اس عظیم الشان یاد کو ہمیشہ کیوں نہ تازہ کیا جائے۔

اسوقت جبکہ اسلام کے نورانی مطلع پر کفر و طاغوت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں آپکی حق پرستی کا آفتاب چمکا پوری تابش سے چمکا، اور اسطرح چمکا کہ کفر کی گھٹائیں چھٹ گئیں اور اسلام کی پھر وہی تابانیاں عالم و عالمیان میں پھیل گئیں آپکی ایک ضرب شمشیر نے ملوکیت پرستی کے ایوان کو متزلزل کر دیا۔ اور حق و باطل کے معرکہ میں حق پرستی کے جوہر دکھائے۔ اچھا مولاؑ۔ سلام ہو آپ پر آپکی اہلبیتؑ پر آپکے جاں نثاروں پر جنکے سروں نے خاک پر لوٹ کر حیات جاودانی کے بلند و بالا ایوان پر اپنے خون سے گلکاریاں کیں مگر کسی طاغوتی قوت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا۔

میرے آقا حسینؑ۔ محرم کا چاند دیکھتے ہی پرستاری اہلبیتؑ کا جذبہ دل میں چٹکیاں لیتا ہے میخانہ کربلا سے ایک چلو پیکر خود عالم کیف میں جھومتا ہوں اور ساری دنیا کو اسی بادۂ تیز سے مخمور دیکھنا چاہتا ہوں تبلیغ حسینیؑ کا جذبہ دل میں موجیں مارتا ہے اور شب و روز کی دوڑ دھوپ کے بعد تبلیغ حسینیؑ کا علمبردار شبیرؑ نمبر مکمل کر کے پیش کرتا ہوں۔ آج یہ چوتھا نمبر نذر کر رہا ہوں۔ جو کچھ مدد فرمائی آپنے فرمائی آپکے چند نام لیواؤں نے قلم سے روپیہ سے زبان سے مدد فرمائی اور شبیرؑ نمبر کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹایا۔ آپکو اس محبت کا واسطہ جو آپکو اپنے نانا محمد الرسول اللہؐ سے تھی اس نمبر کو قبول فرما لیجئے۔

میری آنکھوں میں آنسو کیوں بھر آئے؟ ہاں! شائد اسلئے کہ ہدیہ اس بارگاہ کے قابل نہیں ہے اگر خدا نے مدد کی اور آپکے نام لیواؤں نے توجہ فرمائی تو انشاء اللہ آپکی سیزدہ صد سالہ یادگار کے موقع پر سال آئندہ اس نمبر سے کہیں زیادہ شاندار نمبر پیش کرونگا۔ روحانیت کے رہبر اعظم حسینؑ اس ناچیز ہدیہ کو قبول فرما لیجئے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

آپکے غلاموں کا غلام

جوہر رحانی

ایڈیٹر سلطان محمد آباد۔ یو۔ پی

از تاجدار دکن حضور نظام ملکہ و سلطنۂ

به لوح قلب نام شاه با خط جلی بنیم
رخش آئینۂ زہراؑ و مرآۃ علی بینم
حسینؑ آنست اے عثمان کہ دست حق پدر او
بدست ہر نبی بینم بہ فرق ہر ولی بینم

آموزگار اعظم

نتیجۂ فکر عالیجناب نواب سید محمد عباس صاحب طالب صفوی شمس آباد

بر خاک طپاں حسینؑ مظلوم
در راہِ حبیب مردن آموخت
از سرِ رۂ عشق دوست طے کرد
خوش شیوۂ راہ رفتن آموخت
از خون گلوئے اصغرِ خویش
بر غنچۂ دیں شگفتن آموخت
خود مرد و حیاتِ نو بما داد
خود گشت خموش و گفتن آموخت

پس ہستیٔ ما ز ہستیٔ اوست
تا ہستم و ہست دارمش دوست

نوٹ :۔ حاجی نواب سید محمد عباس صاحب طالب صفوی ہمارے ضلع فرخ آباد کی ایک نمایاں ہستی ہیں۔ آپ حج بیت اللہ کی غرض سے کئی دفعہ بھی تشریف لے جا چکے ہیں اور شب و روز علمی ادبی خدمت ہی آپکا شغل ہے۔ موصوف کی علمی قابلیت کا اندازہ مندرجہ بالا اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ اخبار سلطان کے قدیم سرپرستوں میں ہیں اور ایڈیٹر سلطان پر ہمیشہ کرم فرماتے ہیں۔

شبیرؑ کا ماتم چاند میں ہی شبیرؑ کا ماتم تاروں میں

جناب حضرت نجم آفندی دام مجدہٗ

مظلوم کا حق ہے عالم پر ہیں دونوں جہاں غمخواروں میں
شبیرؑ کا ماتم چاند میں ہی شبیرؑ کا ماتم تاروں میں

کیا کفر یزیدی فوج میں ہے کیا دین خدا کی پیاروں میں
سجدوں پہ وہاں تلواریں ہیں سجدے ہیں یہاں تلواروں میں

سر لائے ہیں ظالم نیزے پر آغوش نبی کے پیارے کا
قرآن کے دشمن پھرتے ہیں قرآن لئے بازاروں میں

مظلوم کی ہی یہ بزم عزا یاں نور خدا کا جلوہ ہے
آنکھوں کی چمکتی بجلی میں، اشکوں کے دمکتے تاروں میں

آج اس سے عبادت باقی ہی آج اس سے نمازیں قائم ہیں
کل ایک مصلیٰ بچھا تھا، جو تیروں کی بوچھاروں میں

کیا شان جمال اکبر تھی ہمشکل نبی ہمشان علیؑ
اس حسن کی صورت کوئی نہیں قرآن کے تیسوں پاروں میں

کیا راہ خدا کے سالک تھے، سب راہ خدا میں قتل ہوئے
یہ رسم گئی ہی دور تلک شبیرؑ کے ورثہ داروں میں

جنت کی سند بنجائیگی اے نجم ثنائے آل نبیؐ
نظمیں یہ ہماری پہونچیں گی جب انکی سنجی سرکاروں میں

باسمہٖ سبحانہٗ

ہفتہ اخبار ۱۵ واں

ہفتہ وار سلطان شبیر نمبر

فتحگڈھ ۴ر فروری ۱۹۷۱ء مطابق ۱۰ر محرم سنہ ۱۳۹۰ھ

مظلوم کربلا کی ذات مسلمانوں کیلئے نقطۂ اتفاق ہے

کربلا کی یونیورسٹی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ کی ذات یقیناً مسلمانوں کیلئے نقطۂ اتفاق ہے مسلمانوں کے تمام فرقے آپس میں خواہ کتنا ہی اختلاف رکھتے ہوں لیکن نواسۂ رسولؐ کی بیکسی و مظلومی دیکھکر وہ اپنے قلب میں ایک خاص کیفیت محسوس کرنے لگتے ہیں اور وہ تمام اختلافات کو پس پشت ڈالکر امام حسینؑ کی ذات کو اپنے لئے نقطۂ اتفاق سمجھتے ہیں۔ امام حسینؑ کا ماتم ہر شخص کرتا ہے اور حسینیؑ یادگار کی اہمیت کو ہر دیندار محسوس کرتا ہے۔ البتہ طریقے جدا جدا ہیں۔ کوئی آہ و بکا نالہ و فریاد کرکے سینہ زنی اور نوحہ کرکے حسینؑ کا غم مناتا ہے کوئی گھر میں بیٹھ کر حسینؑ پر آنسو بہا لیتا ہے۔ کوئی قرآن خوانی کرا کے اور لنگر تقسیم کرکے امام حسینؑ کی یاد تازہ کر لیتا ہے کہیں مجلس ہوتی ہے اور کہیں ذکر شہادتین، کہیں مرثیہ خوانی تو کہیں تعزیہ داری کہیں شربت پر فاتحہ ہوتی ہے کہیں کھچڑے اور فیرینی پر کوئی فقیر بنتا ہے تو کوئی سقائے سکینہ اور کوئی پیک حسینؑ۔ ہر طبقہ اپنے اپنے مقام کے رسم و رواج کے مطابق فرزند رسولؐ کی یادگار مناتا ہے۔ اور کیوں نہ منائے جبکہ فرزند رسولؐ نے اسلام کی حفاظت کیلئے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اپنے ننھے ننھے بچوں کو بھی اسلام کی حمایت میں قربان کرا دیا۔ بیشک مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے رسولؐ کے نواسہ کی عظیم الشان قربانی کو یاد رکھیں اور آنیوالی نسلوں میں اس یادگار کو باقی رکھنے کی جدوجہد کریں۔ تاکہ آنیوالی نسلوں کے سامنے اسوۂ شبیریؑ ہو اور وہ کربلا کی یونیورسٹی سے سبق حاصل کرکے حسینؑ کی ذات کو اپنے لئے شمع ہدایت بنا سکیں۔

کربلا کی یونیورسٹی سے ہمیں زندگی کے ہر شعبہ کی ضروریات کیلئے تعلیمات ملتی ہیں۔ اگر دیکھنا ہو کہ بھائی کی بھائی کیساتھ کتنی محبت ہونا چاہیئے۔ تو حضرت مسلم کے صاحبزادوں کو دیکھو کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو اپنے سامنے ذبح ہوتے دیکھ نہ سکتا تھا اور ہر بچہ سبقت کرتا تھا کہ پہلے مجھے قتل کرو تاکہ میں اپنے بھائی کا قتل اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکوں۔

اگر وفاداری کا جذبہ دیکھنا ہو تو حضرت عباس علمدار کی طرف نظر کرو جو اپنے بھائی کو امام وقت ہونیکی حیثیت سے آقا کہتے تھے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالکر فرات کے کنارے سے مشکیزہ بھر کر لائے اور شانے کٹوا کر ریگستان میں دم توڑا۔

اگر بھائی بہن کی محبت دیکھنا ہو تو حضرت زینبؑ کی محبت کا اندازہ کرو جنھوں نے اپنی گود کے پالوں کا حضرت عون اور حضرت محمدؑ کو اپنے بھائی پر قربان کر دیا۔

تبلیغ اسلام کا جذبہ دیکھنا ہو تو حضرت سکینہ کی وہ تقریر دیکھو جو دربار شام میں کی گئی اور دلیرانہ حیثیت سے کہ دیا کہ ہم مٹے نہیں ہیں زندہ ہیں۔ یزید! تو دیکھ لے کہ ہمارے نانا محمدؐ الرسول اللہؐ کا نام موذن بآواز بلند اذان میں لے رہا ہے۔

اگر ہم نظر غائر سے کربلا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمارے لئے اس واقعہ میں بیش بہا تعلیمات موجود ہیں۔ جن پر عمل کرکے ہم مکمل انسان بن سکتے ہیں۔ راہ حق میں سچائی کی حمایت کرتے ہوئے حضرت امام حسینؑ کے سامنے انکے گود کے پالوں کا شہید ہو جانا بعد

امام کا صبر و شکر کرنے کے سوائے حرفِ شکایت زبان پر نہ لانا حضرت امام کا قابلِ مثال کیرکٹر ہے۔ حسینؑ نے اپنے عمل سے دنیا کو بتا دیا کہ خدا کا سچا پرستار دنیا کی بڑی سے بڑی حکومت کے سامنے بھی سر نہیں جھکا سکتا۔

سلطان شبیر نمبر کے مطالعہ کا طریقہ

اگر آپ اسی ترتیب سے جس قاعدہ سے سلطان شبیر کے مضامین کی ترتیب ہے سلسلہ وار از اول تا آخر اس مقدس نمبر کا مطالعہ کرینگے تو پھر آپ کو واقعہ کربلا کی پوری تاریخ سے واقف ہوکر پکے محبِ اہلبیتؑ ہو جائینگے اگر آپ نے دوسرے کاموں سے وقت نکالکر اس شبیر نمبر کو از اول تا آخر پڑھ لیا تو آپکو مذہبی معلومات ہی حاصل نہ ہوگی بلکہ امام حسینؑ کے اعجاز سے آپکا قلب روشن ہو جائیگا شبیر نمبر میں بڑے بڑے علماء و فضلا اور ملک کے بہترین انشاء پردازاہل قلم کے مضامین ہیں ان کی سرخیاں پڑھنے سے کام نہ چلے گا بلکہ جب تک سارا مضمون نہ پڑھا جائیگا لطف حاصل نہ ہوگا۔

ناظرین شبیر نمبر

سے یہ بھی گذارش ہے کہ وہ یہ مقدس نمبر پڑھنے کے بعد کسی دوسرے فواندہ مسلم یا غیر مسلم کو دیدیں اور اس سے تاکید کردیں کہ اسکو پڑھکر کسی دوسرے آدمی کو دیکھو یہی تاکید کردے اگر ایسا نہ کیا گیا تو پیش خدا جوابدہ ہونا پڑے گا۔

سلطان شبیر نمبر کی مشکلات

امسال بین الاقوامی جنگ کے باعث کاغذ اور پریس کی روشنائی کی قیمت تین گنی ہوگئی ہے۔ اسلئے شبیر نمبر کی اشاعت کا انتہائی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہمارے اخبار کے سرپرستوں اور معاونین نے شبیر نمبر کی اہمیت اور تبلیغ حسینی کی ضرورت کو محسوس کرکے شبیر نمبر کے اخراجات پورے کرنیکی جدوجہد کی پھر بھی ادارہ کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور امسال بجائے دس ہزار کے صرف پانچ ہزار کاپیاں طبع کرائیں۔

مفت تقسیم

ہم نے تین ہزار کاپیاں مسلم اور غیر مسلم غریب حلقہ میں مفت تقسیم کیں ہیں اور ایک ہزار کاپیاں اپنے خریداران اور معاونین کو روانہ کی ہیں۔ اب ہمارے پاس ایک ہزار کاپیاں مزید موجود ہیں جو ہم نے فروخت کرنے کیلئے رکھیں ہیں تاکہ ادارہ کا خسارہ پورا ہو سکے ہمیں اپنے محبانِ حسینؑ اور ہمدردانِ سلطان سے قوی امید ہے کہ وہ مزید کاپیاں خرید فرماکر اپنی طرف سے مسلم اور غیر مسلم کے غرباء میں تقسیم

از جناب حافظ احمد میر خانصاحب انور قائمگنجی مقیم [illegible] ضلع علیگڈھ

لبِ امامِ زماں تک نہ آسکا پانی
پیا حسینؑ نے جب تیغِ شمر کا پانی
کہا سکینہ نے لاؤگے کب چچا پانی
لبِ فرات جو معصوم کو دکھا پانی
الم کی برق کڑکتی تھی غم کے بادل میں
پسر کے دفن پہ آنسو گرے تو شہ بولے
امامِ دیں کی نظر پڑ گئی جو پانی پر
مریضِ عابدِ مضطر نے جب پیا پانی
تپش وہ دھوپ کی شدتِ عطش لیے ہے
ٹپک جو دلپہ مسلسل تھی غم کے کوزوں کی
کلیجہ پھٹتا تھا عباس کا جو کہتی تھی

پھر اتنا امام جہاں میں بہا بہا پانی
زمین و چرخ کی آنکھوں سے بہا اٹھا پانی
تو آب تو میرے کلیجہ کا جل اٹھا پانی
کہا اشارے سے بچے نے آ رے پانی
نہ کھڑی تھی دلِ شاہ پہ رکھتا پانی
بنا کے ننھی سی تربت چھڑک دیا پانی
تو شرم سے گھڑوں پانی پہ پڑ گیا پانی
تو پہلے آنکھ سے اپنی بہا لیا پانی
رگوں میں خون مقدس تھا کھولتا پانی
تو چشمِ شہ سے بالآخر برس پڑا پانی
لپٹ لپٹ کے سکینہ چچا چچا پانی
کہ جس نے پی لیا سجدے میں تیغ کا پانی

وہی حسینؑ وہی عکسِ صبر ایوبی
کہاں سے لاؤں میں بچہ کو دودھ یا پانی
تڑپتا دیکھکر اصغر کو کہتی تھیں بانو
یہ کمیل ہے کوئی انور سر شعر تر نکلیں
زمینِ شعر میں لگتا ہے خون کا پانی

فرماکر ثواب دارین حاصل کرینگے۔ یا جملے ایجنٹ سے خرید کراوس کی کمی کو پورا کر دیگے۔ یعاینی ہدیہ صرف کاغذ اور روشنائی کی قیمت فی کاپی ۲/ محصول فی کاپی ۲/ (دو پیسہ)

شبیر نمبر کا سائز اور حجم

ہمنے کاغذ کی گرانی کی وجہ سے امسال سائز میں کمی کر دی ہے لیکن حجم میں اضافہ کر دیا ہے تاکہ کافی مواد کم جگہ پر لکھا جاسکے اور کاغذ کی کفایت ہو جائے۔

۱۳۶۱ھ کا محرم اور سلطان شبیر نمبر

سال آئندہ واقعۂ کربلا کو پورے تیرہ سو برس ہو جائیں گے اس لئے ہم ابھی سے اپنے اخبار کے سرپرستوں اور معاونین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آئندہ سال کے شبیر نمبر کو امتیازی شان کیساتھ شائع کرانے کیلئے ابھی سے جدوجہد شروع کر دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ۱۳۶۱ھ کے محرم میں تبلیغ حسینی کا علمبردار شبیر نمبر امتیازی حیثیت سے شاندار شائع ہو تو سلطان کی خریداری میں اضافہ فرمایئے اور ۱۳۶۱ھ شبیر نمبر فنڈ کیلئے ابھی سے عطیات ادارہ کو روانہ فرمائیں۔ اور ہمکو اپنی قیمتی رائے سے بھی مطلع فرمائیں کہ ہم شبیر نمبر ۱۳۶۱ھ کو کامیاب بنانے کے لئے کیا کیا انتظامات کریں۔

معترضین سے گذارش

شبیر نمبر کی اشاعت کے بعد اخبار سلطان کے نہیں بلکہ اسکے ایڈیٹر سے مخالفت رکھنے والے اصحاب شبیر نمبر کو شیعہ سنی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری ان سے مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ اپنے وقت کی قدر کریں اور ہمارے وقت کو بھی ضائع نہ کریں۔ ادارہ سلطان فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والوں کو اتحاد اسلامی کا دشمن سمجھتا ہے اور اسکو اتحاد اسلامی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ لوگ جن کے دل و دماغ خارجی و ناصبی ذہنیت سے ماوف ہیں حسینؑ کے نام لینے کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے اگر انکا بس چلے تو وہ یزید کو قتل حسینؑ کی ذمہ داری سے بالکل بچا کر حضرت بنا دیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ اور فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والے کسی شخص کو پسند نہیں کرتے خواہ وہ سنی ہو خواہ شیعہ ہم اپنے جذبات ایمانی سے مجبور ہو کر فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کی اشاعت بہت ضروری سمجھتے ہیں اگر کوئی اپنی تنگدلی سے اسکو شیعت سمجھے تو سمجھا کرے ہم از اطلاع تفریط میں پڑکر اسلام کو بدنام نہیں کرتے بلکہ اعتدال کا دامن پکڑ کر اہلبیتؑ کی بھی محبت رکھتے ہیں اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی احترام کرتے ہیں۔

معاصرین سے گذارش

ہمیں اپنے معاصرین سے پوری امید ہے کہ وہ اپنے معزز جریدہ میں شبیر نمبر پر ریویو فرماکر اخبار سلطان سے تبادلہ منظور فرمائیں گے۔

سلطان کی معاونین کا شکریہ

ہم اپنے اُن تمام معاونین سلطان کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے شبیر نمبر کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا سالانہ چندہ مع گرانقدر عطیہ کے شبیر نمبر کی امداد کیلئے روانہ فرمایا۔ جن صاحبان نے تاخیر سے اپنا عطیہ روانہ فرمایا۔ ان کا شکوہ کیساتھ شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اعلیحضرت نواب صاحب رامپور۔ نواب سید حیدر سلطان صاحب خان بہادر لفٹننٹ سلطان عالم خانصاحب ایم۔ ایل اے۔ حاجی نواب سید محمدؐ عباس صاحب طالب صفوی۔ سید ولایت حسین صاحب انکم ٹیکس آفیسر۔ خان بہادر ڈاکٹر سید غلام مرتضیٰ صاحب نواب سید اکبر حسینؑ صاحب۔ نواب سید صفدر سلطان صاحب نواب سید قاسم عباس صاحب۔ نواب سید فرخ حیدر صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ نواب سید محمدؐ مرتضیٰ صاحب چیرمین ٹاؤن ایریا شمس آباد۔ منشی محمدؐ امجد علیخانصاحب صدر ضلع مسلم لیگ فرخ آباد۔ سید شہنشاہ حسینؑ صاحب حیدرآباد۔ جناب منشی نظیر علیخاں صاحب فرخ آباد۔ منشی نصرت میر خانصاحب فرخ آباد۔ مولوی محمدؐ فاروق صاحب صدیقی بمبئی۔ نواب سید حیدر جان صاحب فرخ آباد۔

کربلا کی تاریخی لڑائی

حضرت شبیرؑ کون تھے؟ وہ کس مقصد کیلئے اٹھے؟ اور انھوں نے کیا کیا؟

مرتبہ ایڈیٹر

محرم کا چاند دیکھنے کے بعد۔ ہر قوم اور ہر فرقہ نیاز مانہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ ڈھول تاشوں کے ماتم بجنے لگتے ہیں ماتمی باجوں کی آواز سے حسینؑ! حسینؑ کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں علم تعزیوں کے جلوس نکلنا شروع ہو جاتے ہیں جاں نثاران حسینؑ لنگر جا جا کر غریبوں اور فاقہ کشوں کو نام حسینؑ پر خوب کھلاتے ہیں۔ یہ سب کچھ کس لئے کیا جاتا ہے۔ آؤ ہم تمھیں بتائیں کہ یہ کس مظلوم کا ماتم ہے۔ کس بیکس کی یادگار ہے اور وہ کون تھا؟ اور وہ کس مقصد کیلئے اٹھا اور اس نے کیا کیا۔؟

شبیرؑ یا حسینؑ

حسینؑ جسکے نام سے بچہ بچہ واقف ہے عرب کے سب سے معزز خاندان بنی ہاشم کا اپنے وقت میں بزرگ ترین فرد تھا جس کا عبرانی نام شبیرؑ ہے۔ حسینؑ اور شبیرؑ ایک ہی ذات کے دو نام ہیں اور اب تو وہ غریب! مظلوم! بیکس اور شہید کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حضرت شبیرؑ کی پیدائش

حضرت شبیرؑ (حسینؑ) مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کے دوسرے فرزند ہیں آپ ہجرت نبوی کے چوتھے سال سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بطن سے ۳؍ شعبان کو مدینہ منورہ جو ملک عرب کا مشہور شہر ہے پیدا ہوئے تھے۔

عظیم المرتبت حسینؑ کا عظیم المرتبہ نانا

حسینؑ کے نانا ملک عرب کے سب سے بڑے مرتبہ والے ہیں آپ کا نام نامی محمد الرسول اللہؐ ہے۔ آپ خدا کے بھیجے ہوئے آخری نبی و رسولؐ تھے اور آپنے دنیا کو دولت ایمان سے مالا مال کر کے توحید کا سبق پڑھایا۔ اسلام پھیلانے میں محمد الرسول اللہ نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ لوگ انھیں پتھر مارتے، ذخمی کرتے، راستوں میں کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ لیکن آپ اپنے مشن کو بام تک پہنچانے میں ذرا پس و پیش نہ کرتے اور آج بھی ستر کروڑ مسلمان نبی آخرالزماں محمد الرسول اللہ ہی کے نام لیوا ہیں۔ محمد الرسول اللہؐ کی شان تو یہ ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جلیل القدر فرزند کا جلیل القدر باپ

امام حسینؑ کے والد ماجد سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ۔ سلطان اولیا ہیں۔ شاہ خیبر شکن ہیں اور رسول اللہؐ کے بستر پر لیٹ کر وفاداری کی حیرت انگیز مثال پیش کی۔ آپ بچپن میں رسول اللہؐ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے فرد ہیں۔ کعبہ میں پیدا ہوئے اور مسجد میں شہادت پائی۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت ٭ بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

نامور بیٹے کی نامور ماں

حسینؑ کی والدہ ماجدہ۔ بی بی فاطمہ زہرا ہیں جو رسول اللہؐ کی بیٹی اور حضرت علی ابن ابی طالب کی زوجہ ہیں سیدہ عالم و عالمیان اور خاتون جنت ہیں۔ فاطمہؓ کی تو وہ ذات ہے جنکا احترام کرنیکے لئے خود رسول اللہؐ کھڑے ہو جاتے تھے۔ فاطمہؓ ہی کا وہ گھر ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ فاطمہؓ زہرا کی شان میں مہاراجہ سرکشن پرشاد وزیر اعظم حیدرآباد دکن نے قصیدہ کہا۔ جسکے چند اشعار تعارف کے لئے چند اشعار تعارف کیلئے کافی ہیں۔

مخدومۂ عالم کو مریمؑ پہ فضیلت ہے ٭ یہ فرع نبوت ہے یہ اصل امامت ہے
تو بنت پیمبر ہے سبطین کی مادر ہے ٭ شوہر ہے تیرا حیدر جو شاہ ولایت ہے
ہے راضیہ۔ مرضیہ۔ معصومہ۔ مظلومہ ٭ سرتاج دو عالم ہے قانون قیامت ہے
تو طاہر و اطہر ہے تطہیر کی آیت ہے

یٰسین کی سورۃ سے تصدیق سیادت ہے

حسینؑ کے بڑے بھائی

امام حسینؑ کے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ ہیں سر سے سینہ تک ہم شبیہ رسولؐ تھے۔ راکب دوش رسولؐ ہیں بچپن میں آپکے رونے سے رسولؐ اللہ کو اذیت پہونچتی تھی۔ آپ صلح کن طبیعت رکھنے والے تھے۔ مسلمانوں کا اتحاد باہمی آپکو اتنا عزیز تھا کہ باوجود قدرت و استطاعت آپنے امیر معاویہ سے جنگ منظور نہ کی۔ آپ سخی ابن سخی تھے۔ اپنا مال خدا کی راہ میں لٹا دینے میں آپ کو مسرت قلبی حاصل ہوتی تھی۔ گوشہ نشین فقیر و صوفی کی حیثیت رکھتے تھے گو سلطان ابن سلطان تھے۔ آپکی ایک بدبخت بیوی جعدہ بنت اشعث نے امیر شام کے بھڑکانے سے آپکو زہر دیا اور شہید ہوئے۔

فضائل حسینؑ زبان رسولؐ سے

امام حسینؑ کی فضائل سے احادیث بھری پڑی ہے۔ قرآن پاک میں بہت سی آیتیں حسینؑ کی فضیلت میں نازل ہوئیں آپ اہلبیت اطہار سے ہیں۔ رسول اللہؐ نے آپ کو اپنی زبان چوسائی ہے۔ دوش پر بٹھایا ہے۔ رسول اللہؐ نے محبت حسینؑ کو تمام محبتوں پر ترجیح دی ہے۔ آپ عالم متقی اور بہادر ہوئے ہیں۔ عبادتگذاری کی مثال تو یہی ہے کہ شمر کے خنجر کے نیچے بھی آپ اپنے معبود کو نہیں بھولے۔ آپ کو اپنے نانا کا لگایا ہوا شجر اسلام اتنا عزیز تھا کہ آپ اسکو برباد ہوتے نہ دیکھ سکے اور مع عزیز و اقارب اور اولاد کے اپنی جان نثار کردی۔ مفصل فضائل مشکوٰۃ شریف کی اُن احادیث میں دیکھئے جو اسی اخبار میں درج ہیں۔

شہادت حسینؑ کے اسباب

جہاں تک واقعات کا تعلق ہے حضرت امام حسینؑ کی شہادت یزید بن معاویہ کے کسی فوری جوش و اشتعال کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اہل بیت رسولؐ کے خلاف کاوشیں عرصہ سے نشوونما پا رہی تھیں۔

بنی اُمیّہ اور بنی ہاشم کی موروثی عداوت

امام حسینؑ ہاشمی تھے اور یزید اموی۔ امویوں اور ہاشمیوں میں درحقیقت کاوشن سے ہے جب عبدالشمس بن عبدمناف کے دو بیٹے ہاشم اور اُمیّہ پیدا ہوئے اور بھائی نے بھائی کے خلاف شمشیر آزمائی کی تھی۔ ہاشم کے فرزند حضرت عبدالمطلب اور امیہ کے بیٹے حرب میں شدید مخاصمت رہی۔ حرب کے بیٹے ابوسفیان نے حضرت عبدالمطلب کے پوتے حضرت محمدؐ الرسول اللہ ص سے لڑائی مول لی اور عرصہ دراز تک اسلام سے دشمنی رکھی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے عم رسولؐ حضرت امیر حمزہ سید الشہداء کا کلیجہ چبایا۔ ابوسفیان کی ذات سے پیغمبر اسلام کو انتہائی اذیت پہونچی۔ ابوسفیان نے جب دیکھا کہ اسلام کا غلبہ ہوگیا ہے اور میری قوت محمدؐ الرسول اللہ ص کے سامنے کچھ نہیں ہے تو اسلام لے آیا۔ ابوسفیان امیر معاویہ کا باپ اور یزید کا دادا تھا۔
رسول اللہ ص کے عہد اور اسلام کے شباب میں ابوسفیان کو ابھرنے کا موقع نہ مل سکا۔

رسولؐ کی وفات کے بعد

اسلام میں نیا انقلاب ہوا پیغمبر اسلام کا دنیا سے اٹھ جانا ایک زبردست حادثہ تھا۔ مسلمان بغیر سرپرست کے رہ گئے اور اہل بیت اطہار کی نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے اسلام میں اختلاف کی بنیاد اسی وقت پڑی اور جانشینی رسولؐ کا سوال پیدا ہوگیا۔ خلافت ہی سب سے پہلی چیز ہے جس پر مسلمانوں میں اب اختلاف پیدا ہوا جس نے مسلمانوں کو شیعہ سنی دو گروہوں میں تقسیم کردیا۔ اور قیامت تک یہ اختلاف باقی رہے گا۔

رحلت رسولؐ کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ رسولؐ کا خلیفہ کون بنایا جائے۔ بنی ہاشم حضرت علی کو رسولؐ کا جانشین برحق کہتے تھے اور مہاجرین اور انصار میں علیحدہ اختلاف تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ میت رسولؐ کی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ خلافت کا مسئلہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں طے ہوگیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوگئے لیکن دلوں میں اختلاف باقی رہا۔ چنانچہ حضرت علی نے بقول اہلسنت والجماعت چھ ماہ تک بیعت نہیں کی اور پھر بعد کو بیعت کرلی۔ بقول شیعہ مورخین بیعت کی ہی نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ

خلیفہ ہوئے جنکو خلیفہ اول ہی نے نامزد کردیا تھا آپ نے بڑی بڑی فتوحات کیں اور دنیا میں آپ کی شہرت کا ڈنکا بج گیا۔ آپ نے اپنے بعد کیلئے ایک کیٹی (شوریٰ) مقرر کر گئے کہ وہ خلافت کا انتخاب کرے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد خلافت کیلئے دو شخص نامزد ہوئے حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عثمانؓ۔ اس مرتبہ بھی سیاست نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ حضرت علی منتخب نہ ہوسکے اور اب کی بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ بس یہی وہ زمانہ ہے جس میں دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکنا شروع ہوگئیں آپ بنی امیہ خاندان ہی سے تھے اس لئے آپ کو بنی امیہ کے مفاد کا زیادہ خیال پیدا ہوا اور آپ نے امویوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرنا شروع کردیا۔ آپ کے زمانہ ہی میں امیہ کو ترقی و فروغ کا موقع ملا اور انھوں نے اپنی طاقت کو مضبوط کرلیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طبعاً کچھ سیدھے اور نیک واقع ہوئے تھے وہ زمانہ کی رفتار کو سمجھ نہ سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اسی زمانہ میں عبداللہ ابن سبا یہودی نے اسلام میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش شروع کردی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ انتہائی بیدردی کیساتھ قتل کردئے گئے قتل حضرت عثمانؓ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے بیٹے محمدؒ ابن ابی بکر بھی شامل تھے۔ زمانہ خلافت کے واقعات پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے چونکہ یہ مسئلہ مسلمانوں کے دو گروہوں کا زبردست اختلافی مسئلہ ہے اور اس کے بیان سے مزید انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ آگے کے واقعات لکھے جائیں لیکن مسئلہ خلافت کے مختصر خاکہ کو بھی سمجھ لینا بہت ضروری ہے کیونکہ واقعۂ کربلا اسی خلافت کی ایک کڑی ہے جس پر خاندان رسولؐ کا قتل عام کیا گیا۔

حضرت علی کی خلافت

حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مسلمانوں نے حضرت علی کو مجبور کیا کہ وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیں۔ حضرت علی نے بہت انکار کیا اور کہا کہ میں بہت پہلے سے اس ذمہ داری سے علیحدہ ہوں اور زمانہ نے مجھے نظر انداز کردیا ہے اس لئے اب میں بگڑے ہوئے کام کو اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا۔ اصحاب کا مزید اصرار اور آپ کا پے در پے انکار نے معاملہ کو طول کردیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ رگ ملتے ہی نہیں ہیں تو آپ نے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ خاندان بنی ہاشم سے تھے اس لئے بنی امیہ میں مخاصمت کی دبی ہوئی آگ کی چنگاریاں پھر سلگنے لگیں۔

امیر معاویہ کی خلافت مرتضائی سے بغاوت

حضرت علی کی خلافت کو امویوں نے اپنے لئے خطرناک سمجھا اور انھوں نے محسوس کیا کہ ہاشمی خلیفہ ان کے اقتدار کیلئے جو انھوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں حاصل کرلیا ہے ضرب کاری ثابت ہوگا۔ انکے اس خدشہ کو تقویت اس لئے پہنچی کہ حضرت علی نے سریر آرائے خلافت ہونیکے بعد ہی عہد عثمانی کے تمام عاملوں کو معزول کرنا شروع کردیا اور ان میں شام کے گورنر معاویہ بن ابوسفیان بھی شامل تھے۔

امیر معاویہ بہت اقتدار پسند تھے اور ان کی شان و شوکت کا یہ حال تھا کہ لوگ انھیں عرب کا قیصر و کسریٰ کہتے تھے وہ اپنی اس ذلت کو بھلا کب برداشت کرسکتے تھے چنانچہ انھوں نے حضرت علی مرتضیٰ پر حضرت عثمانؓ کے قتل کی اعانت کا الزام لگا کر مسلمانوں کو بھڑکانا شروع کردیا۔ حضرت علی چونکہ خلافت کی گراںبار ذمہ داریوں میں الجھ کر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ فوراً نہ لگا سکے تھے۔ اس لئے امیر معاویہ کا جادو چل گیا۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کے خون آلود پیراہن اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمایش کرکے سارے شام میں آگ لگادی۔ چنانچہ امیر معاویہ نے مخالفین خلافت کی کثیر تعداد اپنے زیر علم مجتمع کرکے حضرت علی کے خلاف علی الاعلان بغاوت کردی۔ اور صفین کے میدان میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جو جنگ صفین کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ یہ اسلام کی پہلی خانہ جنگی تھی جو حضرت علی اور امیر معاویہ کے مابین ہوئی اور درحقیقت یہ سب پرانی ہاشمی اور اموی دشمنی کا نتیجہ تھا۔ بالآخر حضرت علی امیر معاویہ کی یہ جنگ ختم ہوئی اور صلح کے بعد امیر معاویہ شام کے مستقل حکمراں

شام کے مستقل حکمراں ہو گئے اور خلافت اسلامیہ کی مرکزیت ختم ہو گئی۔

حضرت علی کی شہادت

جنگ صفین ختم ہونیکے بعد بھی اموی کدورت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ دشمنی دلوں میں ورثہ باقی رہی بالآخر امویوں کی شرارت سے داماد رسولؐ اور ابن عم اور جانشین رسولؐ مسجد کوفہ میں نماز فجر کے وقت سجدہ کی حالت میں عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہو کر دنیا کو تاریک کر گیا۔

حضرت امام حسنؑ اور امیر معاویہ کی کشمکش

حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد حضرت کے بڑے بیٹے حضرت امام حسن علیہ السلام کو مسلمانوں نے اپنا پیشوا اور خلیفہ منتخب کیا۔ امام حسنؑ ہمارے ہیرو حضرت امام حسینؑ کے بڑے بھائی تھے جو انتہائی خلیق۔ سلیم الطبع اور صلح کن مزاج رکھتے تھے اور لڑائی جھگڑوں کو پسند نہ فرماتے تھے۔

حضرت علی کا مقابلہ کر کے امیر معاویہ کے حوصلہ بڑھ چکے تھے اور اب وہ پورے عالم اسلامی پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حیات میں تو اس خواب کا منت کش تعبیر ہونا دشوار تھا لیکن امام حسن علیہ السلام کی خلافت میں ان کو امید کی نظر جھلک آئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت امام حسنؑ ضرورت سے زیادہ حلیم۔ صلح جو اور جنگ و جدل سے متنفر رہنے والے ہیں۔

حضرت امام حسنؑ کے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی امیر معاویہ نے عبداللہ ابن عامر کو عراق پر فوج کشی کا حکم دیا۔ جب امام حسنؑ کو اس کی اطلاع ملی کہ بنی امیہ پیش قدمی کر رہے ہیں تو آپ بھی مقابلہ کیلئے بڑھے لیکن مقام ساباط میں پہنچکر آپ نے جنگ کے خونین بادلوں کو منڈلاتا دیکھ کر اور مسلمانوں کے قتل و غارت کا خیال کر کے صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ حالانکہ ہزاروں فرزندان توحید آپکے قدموں پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار تھے۔ امام حسنؑ نے چند شرطوں پر امیر معاویہ کے حق میں دست برداری منظور فرمائی۔

عروج الذہب اور ابن اثیر وغیرہ نے ان شرائط کو لکھا ہے ہم صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ شرائط میں شرطیں بہت اہم تھیں ایک تو یہ کہ امیر معاویہ برسر منبر حضرت علی کو برا نہ کہیں گے دوسرے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد نہ کریں گے بلکہ خلافت بنی ہاشم ہی کو ملے گی (بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنیکا حق نہ ہوگا بلکہ مسلمان جسکو چاہیں گے منتخب کر لیا کرینگے۔ جیسا طریقہ چلا آرہا ہے۔)

ان شرائط پر صلح ہوگئی لیکن امیر معاویہ ان شرائط پر قائم نہ رہے اور انھوں نے برسر ممبر حضرت علی پر بعد نماز جمعہ لعن و طعن کرنا شروع کر دی چنانچہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ حضرت علی پر اعلانیہ تبرا ہونے لگا۔ (مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں بنی ہاشم کا وقار باقی نہ رہے) حوالہ کیلئے ملاحظہ ہوں۔ ابن اثیر۔ تاریخ طبری، تاریخ کامل۔ تاریخ اسلام وغیرہ وغیرہ۔

امام حسنؑ کی شہادت۔ تدفین اور امویوں کی مخالفت

سنہ ۴۱ھ میں خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت امام حسنؑ اپنے نانا محمد الرسول اللہ صلعم کے پیارے شہر مدینہ میں زندگی بسر کرتے رہے اور اپنے نانا کے روضہ کی مجاوری ہی آپ کا شغل تھا۔ امیر معاویہ کے ایما کے جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا جس سے آپ کے قلب و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرے۔ اور آپنے جام شہادت نوش فرمایا۔ امام حسنؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اپنی نانی حضرت عائشہ رضہ سے روضہ نبوی میں دفن کی اجازت طلب کی تھی اور ام المومنین نے اجازت بھی دیدی تھی۔ شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ نے احتیاطاً اجازت طلب کی اور آپنے پھر بخوشی اجازت دیدی کہ امام حسنؑ کو انکے نانا کے پہلو میں دفن کیا جائے لیکن بنی امیہ مخالفت کیلئے تیار ہوگئے اور مروان نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ جسوقت نعش اطہر روضہ نبوی میں دفن کیلئے جا رہی تھی بنی امیہ کے لیڈر مروان نے جنازہ کو تیر برسانا شروع کئے۔ لیکن بعض صحابیوں نے بات بڑھانا پسند نہیں کی اور نعش جنت البقیع میں لاکر انکی والدہ محترمہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا کے پہلو میں دفن کی۔ بنی امیہ کی اس حرکت نے امام حسینؑ کی

یزید کی ولی عہدی

امیر معاویہ رسول اللہؐ کے کاتب وحی کہے جاتے ہیں اور ہم انکی شان میں لب کشائی پسند نہیں کرتے ہیں۔ پھر بھی حقیقت کے اظہار اور تاریخی واقعات کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امیر معاویہ نے طریقۂ انتخاب کو مٹا کر اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد کر دیا اور اب موروثی بادشاہت قائم ہو گئی۔ امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کی محبت میں صلح کی تمام شرائط کو پس پشت ڈالکر اسلامی روایات کو خاک میں ملا دیا۔ اور انہوں نے خلافت راشدہ کے دور اور اس تہذیب کو بھی باقی نہیں رکھا۔ امیر معاویہ نے اپنی حیات ہی میں اپنے اثر سے یزید کیلئے بیعت لے لی۔ اور بڑے بڑے زعما نے یزید کی بیعت کر لی۔ لیکن حجاز میں انکو زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اور اہل مدینہ یزید کی تخت نشینی پر رضامند نہ ہوئے۔ امیر معاویہ جب ہر طرح پر مجبور ہو گئے تو انہوں نے اہل مدینہ سے جبراً بیعت لی لیکن اَب بھی مدینہ کے بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ جنمیں ہمارے ہیرو امام حسین ابن علی علیہ السلام بھی شامل تھے۔

یزید کا کیرکٹر

یزید کے کیرکٹر سے دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے۔ وہ شرابی۔ زانی۔ بدکار اور فاسق و فاجر تھا۔ برہنہ عورتوں کا ناچ شاہی دربار میں کراتا اور دن رات لہو و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ شریعت اسلامی کو اسنے ختم کر دیا۔ اور خاندان رسولؐ کو وہ اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ نماز روزے سے اسے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ اور اسکی حرکات شیطان سے کم نہ تھیں۔ ان افعال قبیحہ کے باوجود خلافت رسولؐ کا دعویدار بن بیٹھا تھا۔ (تاریخ طبری کامل مفتی)

یزید کی تخت نشینی

مدینہ میں ولی عہدی یزید کی بیعت لینے کے بعد امیر معاویہ تقریباً ساڑھے تین برس زندہ رہے۔ لیکن اُنہوں نے اپنے تدبر اور دور اندیشی کے ماتحت عمائدین حجاز سے کوئی تعرض نہیں کیا جنہوں نے یزید کی ولی عہدی سے انکار کر دیا تھا اس مقدس گروہ میں امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ جو مدینہ میں امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اپنے نانا کے روضہ کی دن رات خدمت کیا کرتے تھے۔

رجب سنہ ۶۰ ہجری میں امیر معاویہ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور یزید سریر آرائے حکومت ہوا تو اسکی توجہ سب سے پہلے اُن لوگوں کی طرف ہوئی جنہوں نے اُسے خلیفہ رسولؐ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یزید نے آہستہ آہستہ سب کو قابو میں کر لیا لیکن حضرت عبداللہ۔ ابن زبیر اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کسی طرح قابو میں نہ آ سکے۔ یزید کو اور تو کسی کی زیادہ فکر نہ تھی۔ سب سے زیادہ اسکو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ذات سے خوف تھا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ پیغمبر علیہ السّلام محمد رسول اللہ صلعم کے چہیتے نواسہ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فرزند امیر بہادر اور شجاع بھی ہیں۔ ذی علم اور صاحب روحانیت بھی ہیں۔ مسلمان انکی عظمت بھی کرتے ہیں۔ اگر کہیں یہ مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے تو میری ساری حکمت عملی ختم ہو جائے گی۔ اس لئے اُس نے امام حسین علیہ السلام سے بزور قوت بیعت لینا چاہی اور حاکم مدینہ ولید کو حکم بھیجا کہ

"حسین سے بیعت لو ورنہ ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو"

جب یہ حکم نامہ حاکم مدینہ کے پاس آیا تو اُس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا لیکن آپ نے کچھ جواب نہ دیا اور کہدیا کہ میں غور کرونگا۔

امام حسین کا اپنے بھائی سے مشورہ

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے اس حکم پر سنجیدگی سے غور کیا اور اپنے بھائی محمد بن حنیفہ سے مشورہ طلب کیا آپ کو پروردگار عالم کی جانب سے کچھ ہدایت ہوئی اور آپ نے یزید کے اس حکم کو انتہائی حقارت سے دیکھا اور رفع شر کی غرض سے آپ نے مکہ معظمہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی۔

ہمارے ہیرو حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کا آغاز

حضرت شبیرؑ کی روضہ نبوی سے رخصت

اب تک تو یہ سب واقعہ کربلا کی تمہید تھی تاکہ ہمارے ناظرین کو

پرانی عداوتوں کا ایک خاکہ معلوم ہو جائے۔ لیکن اب ہم اپنے ہیرو امام حسین علیہ السلام کی مصیبت بھری داستان کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم نے ابتک انتہائی اختصار کے ساتھ ہر واقعہ کو سرسری طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ اگر مفصّل حالات قلمبند کئے جائیں تو ایک بڑے دفتر کی ضرورت ہو گی۔ اب ہم اپنے اس ہیرو کی مصیبت کا حال لکھتے ہیں۔ جس کے لئے ہم نے اپنے ناظرین کو اتنے تاریخی حالات سے باخبر کیا ہے۔ تمہید میں ہم نے ان سب واقعات کو دکھا دیا ہے۔ جنپر واقعہ کربلا کی بنیادیں قائم ہوئی ہیں۔ اب ہم واقعہ کربلا کو بھی اختصار کے ساتھ لکھیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ ہجرت فرمانے کا صرف اس لئے ارادہ کیا۔ تاکہ ولید حاکم مدینہ سے چھیڑ چھاڑ ہو کر کوئی فساد کی بات پیدا نہ ہو جائے اور مسلمانوں کا خون نہ ہو آپ کا مقصد یہ تھا کہ میں بیعت نہ کروں اور امن و امان کو بھی ضرر نہ پہنچے۔ اسی لئے آپ نے اپنے نانا محمد رسول اللہ کے پیارے وطن مدینہ منورہ کو ترک کرنا مناسب سمجھا حالانکہ مدینہ سے روانگی آپکے لئے نہایت سخت آزمائش تھی۔ بیکس حسینؑ باچشم گریاں محترم نانا جناب رسالت مآب صلعم کے روضہ پر حاضر ہوئے۔ ہاتھ فاتحہ کے لئے بلند ہوئے۔ دل میں جذبات کا تلاطم برپا ہو گیا۔ آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے۔ نانا جان! تمہارا حسینؑ اب تم سے رخصت ہوتا ہے۔ تمہاری آغوش میں آنکھ کھولی اور تمہاری گود میں پرورش پائی۔ اور تمہارے بعد تمہارے روضہ کی جاروب کشی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ لیکن ظالموں کو تمہارے پاس میرا رہنا منظور نہیں۔ نانا! تمہارا حسینؑ جاتا ہے کب واپسی ہو گی؟ [illegible] میں نہیں۔ نواسہ کا آخری سلام قبول فرمائے۔

اسی طرح مادر مہربان فاطمہ زہرا کی تربت پر گئے اسی طرح وہاں سے بھی رخصت ہوئے۔ پھر پھر کر اپنی مادر مہربان کی تربت کو دیکھتے جاتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔ نظروں میں وہ زمانہ تھا کہ جنابہ سیدہ جب زندہ تھیں تو حسینؑ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھیں۔

فرزند رسولؐ خانۂ خدا میں | امام حسینؑ علیہ السلام

مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر خانۂ کعبہ مکہ معظمہ حج کے عزم سے روانہ ہوئے۔ اور یہ رائے قائم کی کہ کعبہ میں پناہ لی جائے تاکہ دشمن ستا نہ سکیں۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ اہل و عیال بھی تھے۔ اور آپ کا شش ماہہ بچہ علی اصغر بھی تھا۔ صرف آپ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ صغرا علالت کی وجہ سے ساتھ نہ جا سکیں تھیں۔ آپ کو اپنی اس بیٹی سے بہت محبت تھی جہاں آپ کو اپنے وطن مدینہ کو چھوڑنے کا ملال ہوا تھا۔ وہاں اپنی بچی صغرا کو بیماری کی حالت میں چھوڑنے کا بھی صدمہ ہوا تھا۔ آپ جسوقت مکہ معظمہ پہنچے تو جوق در جوق لوگ زیارت و خیر مقدم کے لئے آئے اور لوگوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ اہل مکہ آپ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کرنے کو فخر جانتے تھے۔ اگر آپ کو خلافت و بادشاہت کی تمنا ہوتی تو مکہ معظمہ میں آسانی کے ساتھ سلطانی کا دعوی کر سکتے تھے۔ اور یزید کی فوجیں انپر قابو نہیں پا سکتی تھیں۔ چونکہ اہل مکہ کو امام حسینؑ کے ساتھ فرزند رسول ہونے کے باعث بہت بڑی عقیدت تھی لیکن آپ دنیوی عز و جاہ کی ذرہ برابر خواہش نہ رکھتے تھے اس لئے آپ کا زیادہ وقت کعبہ شریف کے اندر عبادت و ریاضت ہی میں گزرتا تھا۔

اہل عراق کے دعوتی خطوط

یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق نے اپنی انتہائی نفرت کا اظہار کیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ ایک فاسق و فاجر مسند رسول پر بیٹھ کر اپنے کو امیر المومنین کہلائے۔ ادھر یزید نے شریعت اسلامی کو بدل دیا۔ اور اپنی رائے سے احکام صادر کرنے لگا۔ قرآن پاک کو پس پشت ڈالکر [illegible] بہن بھائی اور ماں بیٹے میں نکاح جائز کر دیا۔ اہل عراق اپنے مذہبی جوش و خروش سے ماتحت یہ گوارہ نہ کر سکے۔ اور عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اہل عراق یزید کے ظلم سے تنگ آگئے تھے۔ اس سے کچھ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے اہل عراق

کی نمائندگی کرتے ہوئے عوام میں یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ کے صحیح جانشین نواسۂ رسول اور فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام ہی ہیں۔ اور خلافت انہیں کا حق ہے ہم سب کو چاہیئے کہ علی ابن ابی طالب کے بیٹے حسین ہی کو خلیفہ بنائیں۔ اور یزید کو تخت سلطنت سے اتار دیں اہل عراق اور خصوصاً کوفہ میں یہ آگ پھیل گئی اور لیڈران عراق نے محضر نامہ تیار کر کے امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں بے شمار خطوط بھیجے اور حضور سے مذہب کے نام پر اپیل کی کہ آپ ہی محافظ اسلام ہیں۔ اور رسولؐ کا لگایا ہوا شجر یزید کے ہاتھوں کٹ رہا ہے۔ شریعت بدلی جا رہی ہے۔ اور فسق و فجور ظلم و جور کا دور دورہ ہے۔ آپ ہی جانشین رسول ہیں۔ اور سلطنت کے بھی مالک آپ ہی کو ہونا چاہیئے۔ آپ کو خدا کا واسطہ۔ قرآن کا واسطہ۔ رسولؐ کا واسطہ۔ آپ ہم غریبوں مظلوموں کی امداد کیجئے۔ اور ہمیں گمراہ ہونے سے بچائیے۔ اگر آپ نے ہم اہل عراق و کوفہ کی امداد نہ فرمائی۔ اور ہم کو یزید کے ظلم و ستم کی بجلیوں نے جلا کر خاک کر دیا۔ تو آپ خدا اور رسولؐ کے سامنے جوابدہ ہونگے۔ اور ہم حیران ہیں کہ آپ خدا کو قیامت کے دن کیا منہ دکھائینگے (دکھائیں گے)"

اس قسم کی سینکڑوں بلکہ بعض راویوں کا بیان ہے۔ کہ ہزاروں خطوط امام حسینؑ کے پاس آئے بہت سے خطوط ایسے بھی آئے جن میں اہل کوفہ کے دستخط کا محضر نامہ بھی شامل تھا۔

یہ خطوط پڑھکر عاشق اسلام فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا دل کانپ گیا۔ اور وہ عراق جانے پر رضامند ہو گئے۔ جب امام حسینؑ کے اصحاب انصار کو معلوم ہوا کہ آپ کا عزم عراق جانے کا ہے۔ تو انہوں نے بہت سمجھایا اور آپ کو عراق جانے سے منع کیا۔ چنانچہ یہ بات طے پائی کہ پہلے امام حسین علیہ السلام تشریف نہ لیجائیں۔ بلکہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا جائے اور آپ کی خلافت کے لئے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت لے لی جائے۔ اور جب اطمینان ہو جائے تب حضرت امام حسین علیہ السلام جانب کوفہ روانہ ہوں۔

حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ میں ورود

حضرت مسلم بن عقیل دو رفیقوں کے ساتھ جانب عراق روانہ ہوئے۔ مروجہ روایات کے مطابق حضرت مسلم کے دو کمسن بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں حضرت مسلم کو بہت تکلیفیں رہیں اور راستہ میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ کے دونوں ساتھی راستہ ہی میں انتقال کر گئے۔ اہل کوفہ نے بہت گرم جوشی سے حضرت مسلم کا استقبال کیا۔ اور کئی ہزار آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خلافت کیلئے بیعت کر لی۔

یزیدی کیمپ میں ہلچل

جاسوسوں نے حضرت مسلم کی تشریف آوری کی خبر دربار شام میں کر دی۔ جس سے یزیدی کیمپ میں ہلچل مچ گئی لیکن یزید بن معاویہ نے فوراً بصرہ کے گورنر ابن زیاد کے نام حکم بھیجا کہ فوراً کوفہ جاکر حضرت مسلم کو خارج البلد کر دو۔ اور اگر وہ نہ جائیں تو انہیں قتل کر دو۔ اور اہل کوفہ کو قابو میں کرو۔ ابن زیاد انتہائی شقی اور سخت حاکم تھا۔ اور لوگ اسکے نام سے کانپتے تھے اور ابن زیاد انتہائی حکمت عملی سے کام لینے والا حاکم تھا۔

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

بصرہ سے ابن زیاد کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا وہ جب کوفہ میں داخل ہوا تو شام کا وقت تھا۔ اور وہ عمامہ سے اپنا منہ چھپائے ہوئے تھا چونکہ اہل کوفہ حضرت امام حسینؑ کی تشریف آوری کے منتظر تھے اس لئے ابن زیاد پر انہیں امام کا دھوکا ہوا۔ اور وہ "مرحبا یا ابن رسول اللہ" کے نعرے لگاتے ہوئے اس کے گھوڑے کے ساتھ ہو لئے۔ ابن زیاد کو یہ نعرہ سنکر بہت غصہ آیا اور وہ خاموشی کے ساتھ ایوان حکومت تک پہنچا۔ جہاں اس نے حکماً تمام اہل کوفہ کو جمع کر کے ذیل کی تقریر کی۔

"اے باشندگان کوفہ! مجھے امیر المومنین یزید ابن معاویہ نے تمہارے شہر کا حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے مظلوموں کے ساتھ انصاف اور وفاداروں کے ساتھ سلوک اور احسان اور باغیوں کے تشدد کا حکم دیا ہے۔ میں اس حکم کی حرف بحرف تعمیل کرونگا۔ جو لوگ حکومت کے فرمانبردار

ہیں ان کے ساتھ پدرانہ شفقت کرونگا۔ لیکن جو لوگ امیر المومنین یزید کے مخالف ہیں انکے لئے میں زہر کا پیالہ ہوں۔ اگر کسی نے مسلم کا ساتھ دیا تو یاد رکھو اسکو مع اہل و عیال کے قتل کروادونگا۔

اہل کوفہ کی گھبراہٹ

حکومت کا مقابلہ کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ آجکل ہی دیکھ لیجئے کہ حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی کہنے کی اچھے اچھوں میں جرأت نہیں ہوتی۔ جان ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے۔ اور ایسے نازک موقع پر بڑے بڑے حق پسند گھبرا جاتے ہیں۔ یہی حالت باشندگان کوفہ کی ہوئی۔ کہ وہ ابن زیاد کے اس اعلان سے گھبرا گئے۔

حضرت مسلم ہانی بن عروہ کے مکان میں

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ خطرہ محسوس کرکے اہل بیت رسول کے ایک خیر خواہ حضرت ہانی بن عروہ کے مکان پر پناہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ہانی نے اپنے مکان میں ٹھہرا لیا۔ حضرت ہانی کے گھر حامیان حسینؑ کی پوشیدہ طور پر آمد و رفت شروع ہوگئی اور وہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت بھی کرنے لگے۔ خفیہ بیعت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہانتک کہ امام حسینؑ کے حامیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ حضرت مسلم نے اس شاندار کامیابی کو دیکھ کر حضرت امام حسینؑ کے پاس خبر بھیجدی کہ حضور تشریف لے آئیں۔

ابن زیاد کا تشدد

ابن زیاد نے یہ دیکھکر کہ اہل کوفہ کے دلوں میں امام حسینؑ علیہ السلام کا بہت بڑا احترام اور عقیدت مندی ہے۔ اور ہزاروں آدمیوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ اس لئے اسنے تشدد سے کام لیا۔ اور حکومت کی قوت سے لوگوں کو ورغلانا شروع کردیا۔ کچھ لوگوں کو زر و جواہر اور دولت کا لالچ دیکر یزید کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ کیا اور جو لوگ اس کی مکاری میں نہ آسکے انکو قید کرنا شروع کردیا۔ جو لوگ انتہائی عقیدت مند تھے اور جن پر ابن زیاد کا قابو نہ چلا اور جن کو وہ محبان حسینؑ سمجھتا تھا۔ اسنے ایسے لوگوں کو قتل کرادیا۔ بہت سے لوگ جن کے دلوں میں محبت حسینؑ کا دریا موجیں مار رہا تھا انہوں نے یہ دیکھکر کہ ابن زیاد کے ظلم کا شکار ہونے سے بہتر یہ ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی نصرت میں اپنے کو قربان کیا جائے پوشیدہ ہوگئے۔

حضرت مسلم کی تلاش

ابن زیاد کو یہ معلوم ہی تھا کہ حضرت مسلم کوفہ ہی میں کسی جگہ پوشیدہ ہیں۔ لیکن اسکو پتہ نہ چلتا تھا۔ آخر میں اس نے اپنے ایک غلام "معقل" کو سراغ رسانی کے لئے متعین کیا۔ یہ غلام بہت چالاک اور مکار تھا۔ معقل نے خیال کیا کہ حضرت مسلم کا پتہ اُن لوگوں سے چل سکتا ہے جن کا رجحان مذہب کی جانب زیادہ ہو۔ چنانچہ اسنے جامع مسجد کوفہ میں بیٹھنا شروع کیا اور ایک روز ایک شخص کو بغور دیکھکر جس کی پیشانی پر سجدے کے نشانات تھے اور جو بہت عبادت گذار معلوم ہوتا تھا پاس آکر بیٹھ گیا اور یوں کہنے لگا۔ "میں ایک شامی غلام ہوں اور میرے دل میں اہل بیت رسول کی محبت ہے۔ میرے پاس تین ہزار درم ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں فرزند رسول کا سفیر آیا ہوا ہے میں یہ رقم اُنکی نظر کرنا چاہتا ہوں مجھے آپ عبادت گذار اور محبت حسینؑ معلوم ہوتے اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ کو سفیر حسینؑ کا پتہ ضرور معلوم ہوگا للہ میری مدد کیجئے تاکہ میں یہ درم پیش کرکے قدمبوسی کا شرف حاصل کرسکوں۔" وہ سچا دیندار مسلمان معقل مکار کی باتوں میں آگیا۔ اور سمجھا کہ یہ ضرور محبان اہل بیت سے ہے۔ اس لئے وہ معقل کو ہانی بن عروہ کے مکان پر لے گیا۔ اور حضرت مسلم کے سامنے پیش کردیا۔ معقل نے تین ہزار درم پیش کرکے حضرت مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؑ کی بیعت کی اور واپس جاکر ابن زیاد کو سارا حال سنادیا۔ اسی طرح وہ روزانہ ہانی بن عروہ کے مکان پر آتا اور واپس جاکر ابن زیاد سے تمام واقعات کی رپورٹ کرتا۔

حضرت مسلم کا قابل قدر کیریکٹر

شریک ابن اعور بصرہ کا ایک سردار بھی ہانی بن عروہ کے گھر مہمان تھا جو حضرت مسلم کے قدر دانوں میں تھا۔ وہ اتفاق سے بیمار ہو گیا۔ اور اُسے اطلاع ملی کہ ابن زیاد اسکی عیادت کو آئے گا۔ چنانچہ اُسنے حضرت مسلم سے کہا کہ جسوقت ابن زیاد آئے اور مجھسے باتوں میں مشغول ہو فوراً پیچھے سے آکر اُسے قتل کر دینا۔ حضرت مسلم خاموش ہو گئے۔ جب ابن زیاد آیا۔ تو شریک ابن اعور نے کئی دفعہ حضرت مسلم کو اشارہ کیا لیکن حضرت مسلم نہ نکلے۔ جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک ابن اعور نے کہا کہ آپنے بڑی غلطی کی۔ اسوقت کے موقع کو کھو دیا۔ اسکی بزدلی سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ حضرت مسلم نے جواب دیا کہ مینے بزدلی نہیں کی میں نے ابن زیاد پر جو حملہ نہیں کیا۔ اسکے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ میں ہانی کا مہمان ہوں۔ اگر میں ابن زیاد کو جو اسوقت مہمان کی حیثیت رکھتا تھا قتل کر دیتا تو ہانی بن عروہ کی ذات پر دھبہ آتا۔ کہ اور ایک قابل شرم بات ہوتی۔ کہ اپنے گھر آئے ہوئے مہمان پر حملہ کیا۔ ابن زیاد ہانی پر اعتماد کرکے اسکے گھر میں آیا یہ کسی طرح روا نہ تھا۔ کہ میں حملہ کرتا۔ دوسرے حضرت سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ ایمان اچانک حملہ سے روکتا ہے۔ اس واقعہ سے حضرت مسلم کے قابل مثال کیریکٹر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت

ابن زیاد حاکم کوفہ نے ہانی بن عروہ کو دربار میں طلب کیا۔ اور ایک شعر پڑھکر کہا کہ تم نے اپنے گھر میں امیر المومنین یزید کے دشمن کو ٹھیرایا ہے۔ اسپر ہانی نے انکار کیا۔ لیکن ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو شہادت میں پیش کیا جسکو دیکھکر ہانی گھبرا گئے۔ اور معقل کی مکاری کا انکشاف ہو گیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ مسلم کو حوالہ کر دو۔ ہانی نے انکار کیا۔ جسپر ابن زیاد نے زور سے ایک لکڑی ماری جس سے ناک پر ضرب شدید آئی جسکو ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو قتل کرا دیا۔

حضرت مسلم کا حملہ ایوان امارت پر

حضرت مسلم کو جب ہانی بن عروہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپنے اپنے اشارہ پر اٹھارہ ہزار آدمیو کو لیکر ایوان امارت پر حملہ کیا۔ جس سے ابن زیاد گھبرا اُٹھا۔ اور اسنے قصر کی چھت پر چڑھکر یہ اعلان کرایا کہ جو لوگ حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دینگے انکی خطا بھی معاف کر دی جائیگی۔ اور انہیں دولت سے مالا مال کر دیا جائیگا۔ اور جو ساتھ دیگا اُسکو قتل کرا دیا جائیگا۔ ابن زیاد کے اس اعلان پر حضرت مسلم کے ساتھیوں نے آپکا ساتھ دینے سے علیحدگی اختیار کرنا شروع کی جب تھوڑے آدمی رہ گئے جو خاص الخاص دیندار تھے تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت مسلم کو ہم بچا نہیں سکیں گے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی آرہے ہیں۔ اس لئے ہم اپنے امام حسینؑ کی نصرت کیلئے رہیں۔ اس خیال کو پیش نظر رکھکر بقیہ لوگ پوشیدہ ہو گئے۔ اب حضرت مسلم تنہا کوفہ کی گلیوں کی خاک چھانتے ہوئے طوعہ نامی ایک بڑھیا کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔

حضرت مسلم کی گرفتاری

ابن زیاد نے معلوم کر لیا کہ حضرت مسلم فلاں مکان میں پوشیدہ ہیں چنانچہ اپنے سپاہی لیجا کر حضرت مسلم کو گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے وقت حضرت مسلم کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار جاری ہو گئے۔ اسپر ابن زیاد نے طعنہ دیا کہ خلافت کے مدعی ہو کر موت کے خوف سے روتے ہو۔ حضرت مسلم نے برجستہ کہا کہ اے اشقیا! میں اپنے حال پر نہیں روتا۔ بلکہ اپنے بھائی حسینؑ کیلئے اشکبار ہوں جو تمہارے فریب میں گرفتار ہو کر عراق تشریف لا رہے ہیں۔ آخر میں آپنے محمد بن اشعث سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تم امام حسینؑ کو میری حالت کی خبر کر دینا اور کہلا دینا کہ وہ عراق نہ آئیں۔ جب آپ اسیری کی حالت میں قصر امارت پاس پہنچے تو آپنے پانی طلب کیا چونکہ آپکے لب خشک ہو رہے تھے لیکن اشقیا نے پانی دینے سے انکار کیا۔

حضرت مسلم کی شہادت

جب حضرت مسلم دربار ابن زیاد میں پیش کئے گئے۔ تو اُسنے آپ پر یزید سے بغاوت کرنے کا الزام لگایا۔ حضرت مسلم نے دلیرانہ حیثیت سے جواب دیا کہ تیرا یہ الزام غلط ہے۔ تیرے خلیفہ نے خلافت الٰہیہ کو چھوڑکر قیصر و کسریٰ کا طرز عمل اختیار کیا ہے۔ یزید مسلمانوں پر مظالم کر رہا ہے۔ اور اُسنے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا اسکو خلیفہ رسولؐ اور جانشین رسولؐ مانے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دیندار شریعت اسلامی کے پیرو اسکو اپنا رہبر مان لیں۔ یہ سنکر ابن زیاد بولا کہ تم اپنے کو خلافت کا اہل کس لئے سمجھتے ہو؟ حضرت مسلم نے اُسکو

جواب دیا کہ خلافت رسولؐ بادشاہت نہیں ہے۔ اسلام کا خلیفہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو دینی و دنیوی حیثیت سے قابل احترام ہو۔ عدل و انصاف کرنے والا اور شریعت اسلامی کا پیرو ہو۔ ہم اہلبیت رسولؐ سے زیادہ اسوقت خلافت رسولؐ کا حقدار کون ہے۔ ہمارے گھر سے شریعت نکلی۔ ہمارے گھر میں قران نازل ہوا اسنو اور ہمارے فضائل سے قران مجید بھرا ہے۔ اگر اسوقت دنیائے اسلام میں جانشینی رسول کا کوئی مستحق ہے۔ تو وہ صرف حسین ابن علیؑ کی ذات ہے۔ جو بانی اسلام کے فرزند دلبند ہیں۔ اور جن کے دروازے پر فرشتے بھیک مانگنے آتے ہیں۔ یزید اسوقت شریعت اسلامی کی بربادی کر رہا ہے۔ اور اسلام کو مٹا رہا ہے۔ ہم سے زیادہ کس کا دل دکھے گا اور ہماری آنکھیں یہ کیسے برداشت کرینگی کہ ہمارے جد امجد رسول اللہ کے لگائے ہوئے شجر کو یزید اور اسکے ساتھی ابن زیاد ایسے بدبخت شقی کلہاڑا چلا رہے ہیں۔

حضرت مسلم کے یہ صداقت آمیز جملے سنکر ابن زیاد غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اسنے۔ حضرت مسلم۔ حضرت علیؑ اور حضرت امام حسینؑ پر گالیوں کی بوچھار شروع کردی اور جلاد کو حکم دیا کہ آپ کو قصر امارت کی بالا منزل پر قتل کرکر لاش کو نیچے سڑک پر پھینکدے۔ حضرت مسلم نے یہ فیصلہ سنکر نعرہ تکبیر بلند کیا اور باواز درود شریف پڑھتے ہوئے جلاد کے ساتھ ہو لئے۔ جلاد نے آپ کا سر مبارک جدا کرکے جسد اطہر نیچے پھینکدیا۔ اور آپکے دو کمسن بچوں کو بھی انتہائی بے دردی کیساتھ شہید کر ڈالا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ معظمہ سے روانگی۔

حضرت مسلم نے کوفہ میں ہزاروں آدمیوں کی بیعت لینے کے بعد اپنی کامیابی کا خط حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کردیا تھا۔ اور لکھدیا تھا کہ اہل عراق آپ کی زیارت کیلئے بیچین ہیں آپ تشریف لائیے۔ جس وقت یہ عریضہ آپکی خدمت میں پہنچا تو آپنے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ فرزند رسولؐ عراق تشریف لئے جا رہے ہیں۔ تو لوگوں نے دست بستہ آپسے عرض کیا کہ حضور عراق نہ جائیں۔ چونکہ عراقی ہمیشہ سے بے وفائی کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے بھی مخالفت کی اور عبداللہؓ ابن عمر۔ عبداللہؓ ابن زبیر نے بھی بہت سمجھایا۔ لیکن آپ کچھ سوچ سمجھ کر معہ اہل و عیال چلدیے۔ آپکے ہمراہ آپکے علاتی بھائی حضرت عباسؑ بن علیؑ۔ آپکے بھتیجے حضرت قاسمؑ بن حسنؑ اور آپکے بھانجے حضرت عونؑ اور حضرت محمدؑ اور آپکے بیٹے حضرت علی اکبرؑ تھے۔ عورتوں میں آپکی بڑی بہن حضرت زینبؑ۔ دوسری بہن ام کلثومؑ اور ازواج مطہرات میں حضرت شہر بانوؑ۔ حضرت ام لیلیٰ حیزہ آپکی بچی حضرت سکینہؑ اور آپکا دودھ پیتا ششماہہ بچہ

حضرت علی اصغرؑ بھی تھا۔ اسکے علاوہ چند اصحاب و انصار اعزہ تھے۔ جو سب کے سب کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔

عالم رویا میں رسول اللہؐ کی زیارت

جب آپ چلنے تو حضرت عبداللہ بن جعفر حاکم مکہ کا ایک خط لیکر آپکے پاس حاضر ہوئے اور راستے میں آپکو روک کر واپسی کیلئے بہت کچھ کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں مجبور ہوں۔ میں سلطنت کرنے کے ارادہ سے عراق جا رہا ہوں۔ یعنی اپنے نانا جان محمد الرسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے۔ آپنے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے میں اس حکم کی ضرور اطاعت کرونگا۔ خواہ اسکا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ عبداللہ ابن جعفر نے دریافت کیا! خواب دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ "کہ میں نے یہ خواب ابتک کسی سے بیان کیا ہے۔ اور نہ مرتے دم تک بیان کرونگا"۔ عبداللہؓ ابن جعفر کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا کہ عبداللہؓ تم جاؤ۔ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ جو میں سمجھا ہوں وہ تم نہ سمجھے۔

حضرت امام کے دوسرے قاصد کی روانگی کوفہ کو

حضرت امام حسینؑ نے مقام حاجز میں پہنچکر اپنا چھوٹا سا قافلہ روکا اور قیام فرمایا اور وہاں سے اپنے ایک جان نثار قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کا اطلاعی خط دیکر کوفہ روانہ کیا۔ ابن زیاد کو حسینؑ کے قاصد کی خبر لگ گئی۔ اور انکو بھی گرفتار کرکے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور انکو قتل کردیا گیا۔

حضرت امام نے مقام ثعلبیہ میں پہنچکر حضرت مسلم کی شہادت کا حال معلوم کرکے انتہائی صدمہ کیا۔ ایک صحابی جو کوفہ سے آ رہے تھے۔ انہوں نے ابن زیاد کے تشدد اور کوفیوں کی غداری کا تمام حال سنایا۔ اعزہ نے سمجھایا واپس چلئے لیکن آپنے فرمایا حکم خدا یہی ہے کہ میں واپس نہ جاؤں۔

محرم کا چاند اور حُر کی مزاحمت

جب حضرت مقام ذی حشم پر پہنچے تو محرم سنہ ۶۱ھ کا چاند دیکھا اور صبح کو حکومت شام کے ایک افسر حُر ایک ہزار سوار لیکر آگیا اور امام کا محاصرہ کرلیا۔ حُر نے کہا کہ مجھے آپکی گرفتاری کا حکم ملا ہے۔ یہ حُر وہی حُر ہیں جو اسوقت گرفتاری کیلئے آئے ہیں لیکن روز عاشور دولت ایمان سے مالا مال ہو کر امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوں گے۔ امام حسینؑ اور حُر سے بہت تیزی کی گفتگو ہوئی اور تلوار چلتے چلتے بچ گئی۔ لیکن بعد کو یہ مفاہمت ہوئی کہ حضرت امام نہ کوفہ کو جائیں اور نہ پیچھے واپس جائیں۔ بلکہ تیسرا راستہ اختیار کریں چنانچہ حضرت نے عذیب اور قادسیہ کے مابین کا راستہ اختیار کرلیا

طرماح بن عدی کی دعوت امام حسینؑ کو

راستے میں طرماح بن عدی مل گئے جنھوں نے امام حسینؑ کو منع کیا کہ آپ عراق کی جانب مت جلیئے میں اپنی آنکھوں سے لاتعداد لشکر دیکھکر آرہا ہوں جو آپ سے لڑنے کیلئے تیار کھڑا ہے۔ آپکے مٹھی بھر جاں نثاروں کیلئے تو حُر ہی کے آدمی کافی ہیں بھلا آپ لاکھوں آدمیوں کا کیسے مقابلہ کرسکیں گے لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میرا علاقہ کوہستانی ہے اور آج تک اُسے کوئی دشمن فتح نہ کرسکا۔ وہاں کچھ نہیں تو صرف قبیلہ طائی ہی کے کم از کم بیس ہزار نوجوان آپکے قدموں پر سر کٹانے کو تیار ہوجائیں گے۔ میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ میرے کوہستانی علاقہ میں چل دینگے تو آپ کا بال بیکا نہ ہوسکیگا بلکہ میں یزید کا تخت سلطنت اُلٹ دونگا۔ حضرت طرماح بن عدی کی یہ تجویز بہت مناسب تھی اگر اُسے حضرت امام قبول کرلیتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ آج تاریخ کربلا کا کیا رنگ ہوتا لیکن حضرت امام نے جواب دیا کہ میرا حُر کیساتھ معاہدہ ہوگیا ہے کہ نہ پیچھے جاؤں گا اور نہ کوفہ بلکہ تیسری راہ اختیار کروں گا لہذا افسوس ہے کہ میں اپنے عہد کے مطابق اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ حضرت طرماح نے عرض کیا کہ دشمن کیساتھ معاہدہ کرنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنے وعدہ پر ضرور قائم رہونگا۔ حضرت طرماح نے مجبور ہوکر وطن جانے کی اجازت چاہی تاکہ اہل وعیال کو دیکھ کر دوبارہ واپس آجائیں حضرت امام نے بخوشی اجازت دیدی لیکن افسوس ہے کہ حضرت امام کربلا میں شہید ہوچکے تھے۔ یہ خبر حضرت طرماح کو راستہ میں ملی تھی۔

مظلوم حسینؑ میدان کربلا میں

مشہور مورخ علامہ ابن اثیر کی روایت ہے کہ قصر بنی مقاتل کی منزل میں شب کو حضرت امام علیہ السلام آرام فرما رہے تھے کہ آپ دفعتاً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھکر خواب سے بیدار ہوئے۔ آواز سے آپکے فرزند حضرت زین العابدینؑ کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے پوچھا پدر بزرگوار کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بیٹا میں نے ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سوار کہہ رہا ہے کہ "قوم جارہی ہے اور موت اُسکی جانب بڑھ رہی ہے" اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم منصب شہادت پر فائز ہونگا۔ بہادر باپ کے دلیر فرزند نے یہ سن کر کہا کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کیا پرواہ غرضکہ ۲ محرم ۶۱ھ کو بروز پنجشنبہ اہلبیت رسولؐ کا یہ مختصر مقدس قافلہ نینوا کے جنگل ہولناک میدان کرب وبلا (کربلا) میں خیمہ زن ہوگیا۔

قتل حسینؑ کیلئے ابن زیاد کی تیاریاں

ابن زیاد نے یہ معلوم کرکے کہ فرزند رسولؐ کربلا میں خیمہ زن ہیں ہزارہا آدمیوں کی فوج تیار کرکے ایک غریب مظلوم کے قتل کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور فوج کی سپہ سالاری کیلئے عمرو بن سعد کا انتخاب کیا۔ ابن زیاد نے یزید سے خصوصی احکامات حاصل کرکے تیروں اور تلواروں کو زہر میں بجھوایا۔ اور فرزند رسولؐ سے لڑنے کیلئے کربلا کی جانب فوجیں روانہ کردیں

کربلا کی ہولناک لڑائی میدان جنگ میں تلواروں کی جھنکاریں۔ بیکس مظلوم فرزند حسینؑ کربلا کی بن میں

دوسری محرم کو اہلبیتؑ رسولؐ کا مختصر قافلہ میدان کربلا میں خیمہ زن ہوا اور تیسری محرم کو عمرو بن سعد لشکر جرار کے ساتھ پہونچ گیا۔ عمرو سعد نے کربلا پہونچکر امام حسینؑ کے خیموں سے کچھ فاصلہ پر اپنے خیمہ بھی نصب کرکے فوج کو قیام کا حکم دیدیا اور حضرت امام کی خدمت میں قاصد بھیجنا شروع کردئے کہ یزید کی بیعت کرو یا جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ۔ حضرت امام نے یہ دیکھکر کہ معاملہ طول ہورہا ہے عمرو سعد کے پاس پیام بھیجا کہ تم خود مجھ سے گفتگو کرو چنانچہ عمرو سعد اپنے بیس آدمی لیکر آیا۔ ادھر سے حضرت امام بھی بیس آدمی لیکر آگے بڑھے۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو پیچھے چھوڑکر عمرو سعد سے گفتگوئے مصالحت کی اور کہا کہ میرے پاس اہل عراق کے خطوط پہونچے اور میں اُنکی دعوت پر آیا۔ اگر اب وہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں ہیں تو مجھے واپس جانے دو۔ عمرو سعد نے

اہلبیت رسولؐ پر پانی کی بندش

ساتویں محرم کو ابن زیاد کا حکم عمر وسعد کے نام آیا کہ امام حسینؑ کے خیموں میں ایک قطرہ بھی پانی نہ پہونچ سکے چنانچہ عمر وسعد نے دریا پر فوجوں کا پہرہ لگا دیا تا کہ فاطمہ کا لعل اور اُس کے ننھے ننھے بچے جون کے مہینہ میں پانی کا ایک قطرہ نہ پاسکیں

ایک شب کی مہلت

عمر وسعد حضرت امام کی خیمہ گاہ پر آیا اور اس نے حضرت امام سے پوچھا آپ یزید کی بیعت کرتے ہیں یا نہیں ؟ حضرت امام نے ارشاد فرمایا جو جواب میرا پہلے تھا وہی اَب ہے۔ یزید کی خلافت طریق اسلامی کے خلاف ہے میں اسے ہرگز قبول نہیں کرسکتا۔

عمر سعد نے جواب دیا کہ میرے پاس ابن زیاد کا آخری حکم پہنچ گیا ہے اسلئے جنگ کیلئے تیار ہو جایئے۔ حضرت امام نے مسکرا کر فرمایا کہ جس کا اعتماد خدا پر ہو اُسے دنیا کی کوئی طاقت مرعوب نہیں کرسکتی خدا مجھے اپنے استہ پر ثابت قدم رکھیگا۔ عمر وسعد نے کہا تو اب میں رخصت ہوتا ہوں میری فوج کمربستہ ہو چکی ہے۔ حضرت امام نے ارشاد فرمایا۔ مجھے نماز و تلاوت قرآن پاک سے عشق ہے تم مجھے آج شب کی مہلت دیدو تا کہ میں آج دل بھر عبادت کرلوں کل صبح میرا تمہارا فیصلہ ہو جائیگا۔ چنانچہ ایک شب کی مہلت دیدی گئی۔

جاں نثاران حسینؑ کا حیرت انگیز ایثار

حضرت امام نے ایک شب کی مہلت لینے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے تمام جاں نثاران کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو عربی کے بہترین خطبوں میں شمار ہوتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے "کہ میں تم سب لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ میرا ساتھ چھوڑ کر جہاں امن کی جگہ پاؤ چلے جاؤ۔ میں ہرگز ملول نہیں ہونگا تم میری خاطر اپنی جانوں کو ضائع نہ کرو اندھیری رات میں تم کہیں چلے جاؤ تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے گا" لیکن تمام جاں نثاران نے ایک آواز ہو کر یہ کہ دیا کہ تیغوں کے سایہ میں ہم جنت کی خوشبو محسوس کر رہے ہیں اور ہمارے سامنے کوثر و تسنیم موجیں لے رہا ہے۔ ہماری آنکھیں وہ سب کچھ دیکھ رہی ہیں جسکی ہمیں تمنا تھی ہم آپکا ساتھ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے اگر ہم اسلام کی خاطر ستر مرتبہ قتل ہوں اور ستر مرتبہ زندہ ہوں تو بھی دل میں شوق شہادت باقی رہیگا۔ حضرت امام نے اپنے جاں نثاروں کو ہر طرح سمجھایا لیکن کوئی بھی جانیکے لئے تیار نہ ہوا چنانچہ حضرت امام نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حیرت یہ ہے کہ اس جنگ کو جنگ کیسے کہا جائے جس میں ایک طرف بہتر بھوکے پیاسے مسافر ہیں اور دوسری طرف دنیا کی قوی حکومت اموی کا ٹڈی دل لشکر سازوسامان سے آراستہ کھڑا ہے۔

حضرت زینبؓ کی بیقراری

جاں نثاران حسینؑ اپنے ہتھیاروں کو صاف کر رہے تھے اور حسینؑ مظلوم عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ اس موقعہ پر اہلبیتؑ رسولؐ نے حیرت انگیز صبر و استقلال کا ثبوت دیا ہے جسکی مثال ملنا محال ہے۔ عورتیں اور بچے اپنی آنکھوں سے اپنے وارثوں کے مرنیکی تیاریاں کرتے دیکھ رہے ہیں۔ اور خاموشی سے تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ امام حسینؑ کی بہن سیدہ زینبؓ کی بیقراری کا عجیب حال تھا اور فرمارہی تھیں کہ میری ماں زندہ نہیں ہے۔ باپ کا سایہ اُٹھ چکا بھائی حسنؓ بھی نہیں رہے۔ میرا ایک بھائی حسینؑ تھا جس سے زندگی کا سہارا تھا آج وہ بھی مرنیکی تیاریاں کر رہا ہے۔ امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے۔ اور اپنی بہن کو سمجھانے لگے کہ بہن زینبؓ تم خاندان رسالت سے ہو۔ بنتِ رسولؐ ہو اپنے نانا محمدؐ الرسول اللہؐ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھو اور صبر کرو۔

شب شہادت ختم ہوئی اور صبح شہادت کا آغاز ہوا امام حسینؑ کی چھوٹی سی فوج آراستہ کیگئی اور آپنے اتمام حجت کا مقدس فرض انجام دینے کیلئے دشمنوں کو للکارا کر دیکھو میں فرزند رسولؐ ہوں۔ اسلام کا جاں نثار ہوں اور تم سے پھر کہتا ہوں کہ میں حق پر ہوں تم باطل پر ہو اَب بھی اپنے ارادہ سے باز آجاؤ۔ امام حسینؑ نے وہ تمام احادیث بیان کیں جو رسولؐ نے اپنے نواسہ کیلئے فرمائیں تھیں۔

حضرت حُر دوزخ سی جنت کیطرف

حضرت حُر دشمن کی فوج سے نکل کر مجرموں کی طرح ہاتھ بندھے ہوئے حضرت امام کی طرف بڑھے اور کہا کہ ابن زیاد کے حکم سے میں آپکو کربلا میں گھیر کر لایا ہوں۔ للہ مجھے معاف فرمایئے مجھے رسول اللہؐ کی صورت نظر آرہی ہے۔ حضرت علی اور سیدہ فاطمہؓ سامنے کھڑی ہیں بیشک آپ حق پر ہیں۔ میں آپ پر اپنی جان نثار کرونگا۔ حضرت امام نے حُر کو اپنے سینہ سے لگایا اور کہا کہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے تم دنیا میں حُر تھے آخرت میں بھی حُر (آزاد) رہوگے۔

حق پرستوں پر ملوکیت پرستوں کا حملہ

عمر و سعد نے اپنے سپاہیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور یہ سمجھ کر حضرت امام حسینؑ شیوۂ اسلامی کو مد نظر رکھتے ہوئے جنگ میں پیشقدمی نہیں فرمائیں گے اس لئے اس نے اپنے منحوس ترکش سے پہلا تیر چلا کر جنگ کا آغاز کیا۔ عرب کے طریقہ جنگ کے مطابق انفرادی طور پر جنگ شروع ہوئی اور یکے بعد دیگرے تمام جاں نثاران حسینؑ نے اپنی اپنی شمشیروں کے جوہر دکھائے۔ دشمنوں کے ہوش اُڑ گئے اور ایک ایک مجاہد نے سیکڑوں یزیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ حضرت حُر دس بارہ یزیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شہید ہوئے۔

حضرت مسلم بن عوسجہ اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے چالیس پچاس یزیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شہید ہوئے کیوں کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے تلوار نہ چل سکی تھی۔

حضرت علی اکبر کی شہادت

اصحاب و انصار کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت امام حسینؑ کے فرزند جو اٹھارہ سال کے کڑیل جوان تھے اپنے بابا جان اور اپنی والدہ حضرت شہر بانو اور اپنی پھوپھی حضرت زینب سے اذن جہاد لیکر میدان میں آئے اور انتہائی بہادری کیساتھ شمشیر کے جوہر دکھاتے ہوئے کفار کو واصل جہنم کیا بالآخر سینہ پر برچھا کھایا اور شہادت پائی اور گھوڑے سے گر پڑے۔ اپنے جوان فرزند کی لاش حضرت امام حسینؑ خیمہ میں لائے جسکو دیکھ کر خیمہ میں کہرام برپا ہو گیا لیکن امام صبر کی تلقین فرما کر دوسری لاشوں کو میدان سے لانے کیلئے چل دئے۔

حضرت عباس علمدار کی شہادت

حضرت امام حسینؑ کے علاتی بھائی حضرت عباس علمدار سقائے سکینہ بنکر دریائے فرات سے پانی لینے کیلئے جنگ کرنے گئے اور شیر ببر کی طرح لڑے۔ مشک پر تیر لگا پانی بہ گیا اور اپنے شانہ کٹوا کر ترائی میں دم توڑ کر شہادت پائی۔

شیر خوار بچہ کی شہادت

لاشیں اٹھا اٹھا کر حضرت امام حسینؑ خیموں میں لا رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت کی بیوی شہر بانو نے عرض کیا کہ آپکا شیر خوار بچہ علی اصغر پیاس کی شدت سے دم توڑ رہا ہے اور اسکی آنکھیں پتھرا گئی ہیں میرا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے ہونٹھ خشک ہیں للہ اسے ایک قطرہ پانی لا دیجئے تاکہ اس کی جان بچ جائے۔ حضرت امام حسینؑ نے حضرت علی اصغر کو گہوارہ سے اٹھا کر اپنے ہاتھوں پہ لے لیا اور اپنی عبا کا دامن ڈالکر میدان میں لائے اور دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھ سے تم سے جنگ ہے لیکن یہ معصوم بچہ بیگناہ ہے اسے ایک قطرہ پانی دیدو تاکہ اسکی جان بچ جائے دشمن کی فوج سے حرملہ نے کہا کہ حسینؑ ٹھیرو! میں ابھی تمہارے بچہ کی پیاس بجھاتا ہوں اور یہ کہکر ایک ایسا تیر مارا جو حضرت علی اصغر کے حلق کو چھیدتا ہوا امام حسینؑ کے شانہ سے نکل گیا۔ بچہ دودھ اور خون اگل کر سرد ہو گیا۔ حضرت علی اصغر نے شہید ہو کر واقعہ کربلا میں چار چاند لگا دئے۔

سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی شہادت

دسویں محرم کو فرزند رسولؐ نے اپنے تمام رفقاء کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا اور بہتر شہیدوں کا داغ کلیجہ پر برداشت کر کے خود مرنے کیلئے خیمہ سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اپنے کڑیل جوان بیٹے علی اکبر کی لاش دیکھی اپنے شیر خوار بچہ علی اصغر کو تیر کھاتے دیکھا لیکن ماتھے پر شکن نہ آئی اور اب اپنی بڑی بہن زینب سے رخصت طلب کر رہے ہیں دکھیاری بہن سب کی لاشیں دیکھ چکی ہے۔ کیسے رخصت کرے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہتی ہیں کہ بھیا گھر ویران کئے جاتے ہو سب تو مر چکے اب تم نے کس لئے کمر کسی ہے۔ آپکی بہو؟ حضرت شہر بانو جو شہنشاہ ایران کی بیٹی تھیں۔ کہتی ہیں میرے سرتاج مجھے کس قصور میں رانڈ کئے جاتے ہو۔ میں نے اپنے جوان بیٹے کو قربان کر دیا اپنے گود کے شیر خوار بچہ کو بھینٹ چڑھا کر اپنی کوکھ پر لات ماری۔ اب تم مجھے رانڈ کرنا چاہتے ہو۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ سچائی پر جان دینے والے مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میرے نانا رسولؐ میرے باپ علیؑ اور میری ماں فاطمہؑ کربلا کے بن میں دیر سے منتظر ہیں اب مجھے جانے دو۔ آپ اپنے مشہور گھوڑے ذوالجناح پر بیٹھکر ذوالفقار حیدری کے جوہر دکھانے کیلئے دشمنوں کی طرف بڑھے اور دریا پر قبضہ کر کے دشمنوں کو بھگا دیا۔ چلو میں پانی لیا اپنے رفقاء کی پیاس یاد آگئی پانی پھینک دیا حصین بن منیر نے آپکے دہن مبارک کو تیر کا نشانہ

بنایا۔ حضرت امام حسینؑ کا جسم تیروں سے چلنی ہوگیا۔ تلواروں کے سیکڑوں زخم جسم اطہر پر تھے لیکن ذوالفقار حیدری کی برش میں کوئی فرق نہ تھا۔ امام زخموں سے چور ہوکر گھوڑے سے گرے اور شمر ملعون نے سر جسم سے جدا کر دیا قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ فرشتوں میں آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ آسمان سے خون برسنے لگا۔ فرزند رسولؐ تین دن کا بھوکا پیاسا اسلام کی خاطر قربان ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

شہادت حسینؑ کے بعد کیا ہوا

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کیا ہوا یہ داستان بھی بہت دردناک ہے۔ شہدا کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اور یزیدیوں نے خیمۂ اہلبیتؑ میں گھس کر سارا سامان لوٹ لیا۔ خاندان رسالت کی مظلوم عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرکے زنجیروں سے جکڑ دیا حسینؑ کے بیمار فرزند حضرت زین العابدین کے گلے میں خاردار طوق۔ ہاتھوں میں ہتکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں پہنادی گئیں اور اہلبیت کے خیموں میں آگ لگادی گئی۔ معصوم بچے اور عورتیں گرفتار کرکے دربار شام یزید ملعون کے سامنے بے پردہ لیجائی گئیں۔ حضرت سکینہ کے طمانچے لگائے گئے۔ کانوں سے بالیاں نوچی گئیں اور وہ سب کچھ کیا گیا جو ایک ظالم کے ظلم کی انتہا ہو سکتی ہے۔ لیکن اہلبیت رسولؐ نے صبر کیا۔

حسنؑ حسینؑ تھے اوراق مصحف ناطق + یزیدیوں نے کتاب خدا کو لوٹ لیا
پڑی ہے عرش پہ ہلچل کہ آج اُمت نے + علی کی تیغ نبی کی قبا کو لوٹ لیا
ملبوس بدن لیگئے سب لوٹنے والے + سینے سے مگر تیر کسی نے نہ نکالے
پہلوئے مبارک میں گڑے رہ گئے بھالے + کیوں چرخ؟ یہ حال اسکا جسے فاطمہؑ پالے
شبیرؑ کا سر نیزہ خولی کی انی پر + تف دہر پہ اور خاک ہے دنیائے دنی پر
عزیزو آج نیرنگ ہیں زمانے میں + علی کی بیٹیاں جاتی ہیں قید خانے میں
بندھی ہے ایک رسن بیکسوں کے شانے میں + اٹھائے لاکھ الم تا بہ شام جانے میں
زینب کو سوئے نہ ان کو آب و دانہ ملا + ملا تو شام میں ٹوٹا سا قید خانہ ملا

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون میں ہر واقعہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے لیکن مفصل طور پر کسی بات کی وضاحت نہیں ہو سکی کربلا کے مصائب لکھنے کیلئے تو پورے دفتر کی ضرورت ہے بھلا اس مختصر مضمون میں کہاں لکھا جا سکتا تھا پھر بھی ہمارے ناظرین کے سامنے کربلا کی ہولناک جنگ اور ظالم و مظلوم کی فیصلہ کن جنگ کا خاکہ آگیا۔

ایڈیٹر

سلام

(از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن خانصاحب مجیبی اڈیٹر مجیب فرخ آباد)
(خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے)

آسماں سے کیا ہو غلغلین شبیر کا جواب
چاند سورج بھی نہیں شبیر و شبر کا جواب
یہ برس کر کھل گیا حشر تک سایہ کناں
ابر باراں بھی نہیں زہرا کی چادر کا جواب
خسرو اقلیم حق پیارے حسینؑ ابن علی
دونوں عالم میں نہیں تیری بہتر کا جواب
حرملہ کی تیر نے انکو بھی بے بس کر دیا
ایک شش ماہے علی اصغرؑ تھے اکبرؑ کا جواب
جنتیں سجدہ کناں ہیں کربلا کی خاک پر
کیا ملیگا در گہ سبط پیمبر کا جواب
میرے آنسو کوثر و تسنیم کی موجیں بنے
مل گیا جنت میں جا کر دیدۂ تر کا جواب
طور پر موسیٰ ہیں نیزہ پر سر سبط نبیؐ
کس نے خوش ہوکر دیا فرمان داور کا جواب
خاک کی خوابیدہ ذروں نے بھی آنکھیں کھول دیں + کربلا کا سانحہ تھا روز محشر کا جواب
یہ وہ نعرہ ہے کہ جس سے معرکے سر ہو گئے + نعرۂ تکبیر ہو کیا حفیظ اللہ اکبر کا جواب

شہ کا ملبوس کہن زینب کی چادر لیگئے

(نتیجۂ فکر بلند لسان القوم عالیجناب مولانا صفیؔ لکھنوی مدظلہ)

مجلسوں سے کچھ ملک شیشوں میں بھر کر لیگئے
لیگئے آنسو خدا جانے کہ گوہر لے گئے

جو نہ لیجانا تھا وہ بھی سب ستمگر لیگئے
شہ کا ملبوس کہن زینب کی چادر لیگئے

قد و قامت جنپہ زیبا چادر تطہیر تھی
ہائے اون پردہ نشینوں کو کھلے سر لیگئے

صفحۂ قرطاس پر چلتے لرزتا ہے قلم
عابد بیمار کو تا شام کیوں کر لیگئے

نوح امت یادگار خامس آل عبا
ڈوبتی کشتی کو تم مولا بچا کر لیگئے

دو پہر میں ایک تن پر زخم کھائے سیکڑوں
ایک دل پر داغ شاہ دیں بہتر لیگئے

بغض تھا کیا اشقیا کو فاطمہؑ کے لال سے
کچھ نہیں تو جھولیوں میں بھر کے پتھر لیگئے

سنگدل تھے کیا انھیں درد یتیمی کا قلق
کان سے بالی سکینہ کے جو گوہر لیگئے

کشتگان کربلا کی کون پہونچاتا خبر
خون بھر کر اپنے پنجوں میں کبوتر لیگئے

قبر میں اشک غم شبیرؑ آخر کام آئے
بے بہا سوغات تھی جو دیدۂ تر لیگئے

ہم اسی در کے گدا ہیں ہم اسی در کے فقیر
بھیک جس در سے فرشتے آکے اکثر لیگئے

عرصۂ محشر میں تھا مست مئے خم غدیر
مجھکو ہاتوں ہاتھ سوئے حوض کوثر لیگئے

دیر کو پہونچے در شاہ نجف پر ہم فقیر
ایک عہدہ تھا غلامی کا وہ قنبرؑ لیگئے

کیا کہیں ہم تو صفیؔ دیتے نہ تھے اپنا کلام
جبرئیل اصرار سے بالائے منبر لیگئے

کلام رسولؐ

مشکوٰۃ شریف جلد ۲ میں امام حسینؑ کے فضائل

مشکوٰۃ شریف مسلمانوں کی ایک مستند اور معتبر کتاب ہے جو بعد قرآن مجید قابل احترام ہے۔ صاحب مشکوٰۃ حضرت شیخ ولی الدین محمدؐ بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ موصوف نے مشکوٰۃ شریف میں احادیث رسولؐ کو بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسند امام مالک، امام شافعی، امام حنبل اور مسند بیہقی سے انتخاب کر کے جمع کیا ہے اور جس کا ترجمہ علامہ الفاضل مولانا سید عبدالدائم صاحب جلالی بخاری نے کیا اور جو رسالہ مولوی دہلی کے مطبع حمیدیہ پریس میں طبع ہوئی ہے۔ ضرورت تھی کہ ہم ایسی مستند کتاب سے احادیث نقل کریں تاکہ برادران اسلام امام حسینؑ کی فضیلت و عظمت کو سمجھیں اور دیکھیں کہ رسول اللہؐ نے حسینؑ کی فضیلت کہاں تک بیان فرمائی ہے اور ہمارے لئے حسینؑ کی محبت اور اطاعت کہاں تک واجب ہے۔ احادیث کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ بغیر حسینؑ کی محبت و اطاعت کے مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور اسکی بخشش ہی نہیں ہوسکتی۔ ایڈیٹر

باب اہل بیت اطہار کے مناقب پہلی فصل

حدیث ۵۹۹۵ حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں جب آیۃ نقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الخ نازل ہوئی تو رسول پاک نے حضرت علی کو جناب سیدہ کو امام حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا الٰہی یہی میرے اہل بیت ہیں۔

حدیث ۵۹۹۶ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک روز صبح کو رسول پاکؐ سیاہ نقشین کمبل اوڑھے ہوئے برآمد ہوئے اتنے میں حسن بن علی آگئے حضور نے ان کو کمبل میں داخل کرلیا پھر حسینؑ آئے تو ان کو بھی داخل کرلیا۔ پھر جناب سیدہ تشریف لائیں تو ان کو بھی داخل کرلیا پھر علیؑ تشریف لائے تو ان کو بھی داخل کرلیا اس کے بعد یہ آیۃ تلاوت فرمائی لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطہرکم تطہیرا۔

۵۹۹۹ حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں رسول پاکؐ نے ارشاد فرمایا فاطمہؓ میرے بدن کا ایک پارہ ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کریگا ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ جو چیز فاطمہؓ کو بے چین کرتی ہے۔ وہ مجھے بے چین کرتی ہے اور جو چیز فاطمہؓ کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے دکھ دیتی ہے۔

۶۰۰۰ حضرت زیدؓ ابن ارقم کہتے ہیں، ایکبار رسول پاکؐ نے مکہ مدینہ کے درمیان خم نامی پانی پر کھڑے ہوکر ایک تقریر فرمائی خداتعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا۔ لوگو، میں بھی ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا پیامبر میرے پاس آئے گا۔ اور میں اسکے بلاوے کو قبول کرلوں گا۔ میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑتا ہوں ایک تو کتاب اللہ جسکے اندر ہدایت اور نور ہے تم اس پر عمل کرو اور اسی سے (عقائد و اعمال) کا استنباط کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور والا نے کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونیکی خوب ترغیب دی، پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے حقوق کی نگہداشت اور انکی پاسداری کی تمکو نصیحت کرتا ہوں ایک روایت ہے کہ پہلی چیز کتاب اللہ ہے جو خداتعالیٰ کی رسی ہے جو اسکے پیچھے لگا رہیگا وہ ہدایت پروردگار پر ہوگا اور جو اسکو چھوڑ دیگا وہ گمراہی پر ہوگا۔

۶۰۰۵ حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا احرام والا مکھی مار سکتا ہے ابن عمر نے فرمایا اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا حکم پوچھتے ہیں حالانکہ رسول اللہؐ کے نواسے کو انھوں

نے شہید کر دیا اور حضور عالی نے فرمایا تھا کہ یہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

دوسری فصل

۵۱۱۲ء حضرت جابرؓ کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضور والا حج میں بروز عرفہ قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر دوران خطبہ میں فرما رہے تھے۔ لوگو میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر اس کو پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے یعنی قرآن اور اپنی عترت یعنی اہلبیت۔

۵۱۱۳ء حضرت زیدؓ بن ارقم کہتے ہیں رسول پاکؐ نے ارشاد فرمایا میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اسکو پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے عظیم المرتبہ ہے ایک تو کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک ایک لمبی رسی ہے دوسرے میری عترت یعنی اہلبیت ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آجائیں گے (یعنی قیامت تک دونوں جدا نہ ہوں گے) اب تم کو غور رکھنا چاہئے کہ میرے بعد بجائے میرے کس طرح تم ان دونوں کے حقوق ادا کرتے رہو۔

۵۱۱۴ء حضرت زیدؓ بن ارقمؓ کہتے ہیں رسول پاکؐ نے حضرت علی جناب سیدہ اور حسنین کے متعلق فرمایا جو ان سے جنگ کریگا میں اس کیلئے جنگ ہوں اور جو ان سے صلح رکھے میں اس کے لئے صلح ہوں۔

۵۱۱۵ء حضرت جمیع بن عمیر کہتے ہیں میں اپنی پھوپھی کیساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گیا اور دریافت کیا کہ حضورؐ کے نزدیک سب سے پیارا کون شخص تھا۔ ام المومنین نے فرمایا فاطمہؓ دریافت کیا گیا مردوں میں فرمایا فاطمہؓ کے شوہرؓ۔

نمبر ۵۱۲۲۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں رسول پاکؐ نے فرمایا کہ حسن حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

۵۱۲۳ء حضرت ابن عمر کہتے ہیں حضور پاکؐ نے فرمایا حسن حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

۵۱۲۴ء حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں، ایک رات کسی کام سے میں حضور کی خدمت میں پہونچا۔ حضور والا چادر کے اندر پکڑ لئے بیٹھے تھے معلوم نہیں کیا چیز تھی۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کیا یہ حضور کیا لپیٹے بیٹھے ہیں سرکار عالی نے چادر کھول دی تو حضور کی دونوں رانوں پر حسنین بیٹھے دکھائی دئے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور نواسے ہیں۔ الہٰی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

۵۱۲۵ء سلمیٰؓ (زوجہ ابو رافع) کہتی ہیں میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ رو رہی تھیں فرمایا میں نے ابھی خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا کہ حضور کی ڈاڑھی اور سر پر غبار پڑا تھا میں نے پوچھا رسول اللہؐ کیا بات ہے؟ فرمایا ابھی حسینؑ کی شہادت میں موجود تھا۔

۵۱۲۸ء حضرت یعلیٰؓ بن مرہ کہتے ہیں حضور گرامی نے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں جو حسینؑ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرے۔ حسینؑ میری ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی ہے۔

تیسری فصل

۵۱۳۹ء حضرت ام فضل بنت حارث رضؓ کہتی ہیں کہ ایک روز میں خدمت گرامی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے آج رات عجیب ہیبتناک بیہودہ خواب دیکھا ہے فرمایا کیا ہے میں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے (بیان کے قابل نہیں) فرمایا بتاؤ تو، میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا حضور کے بدن کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آگیا۔ فرمایا خواب تو تم نے اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہؓ کے انشاء اللہ کوئی لڑکا پیدا ہو گا۔ اور تمہاری گود میں ہو گا چنانچہ امام حسینؑ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے میں نے ایک روز جا کر ان کو رسول اللہ کی گود میں رکھ دیا پھر حضور والا میری طرف سے دوسری جانب متوجہ ہو گئے میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو چشمہائے مبارک سے آنسو جاری تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ نثار کیا بات ہے؟ فرمایا جبرئیل نے مجھے آکر اطلاع دی ہے کہ تمہاری امت اسکو شہید کریگی میں نے کہا انکو فرمایا

امام حسینؑ اور نوجوانانِ عالم

انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا گیا　　　　انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا

(فرڈاک جے گولڈا اسکوائر لندن کے قلم سے) (انگریزی سے ترجمہ کیا گیا)

کئی سال ہوئے کہ انگریز بچوں کے پڑھنے کیلئے میں نے ایک کتاب لکھی جس میں میں نے امام حسینؑ کی شہادت کے حالات اور افسانۂ کربلا بھی درج کیا تھا۔ اس افسانہ کے لکھنے کے بعد مجھے نہ صرف اپنے ملک انگلستان بلکہ ہندوستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی ضبط نفس ہمت عزت انصاف عدل و اتحادِ عمل اور اتحادِ عالم کے موضوع پر ان ممالک کے نوجوانوں کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اب بھی اگر ۱۹۳۲ء میں میں ایشیا و افریقہ آسٹریلیا امریکہ اور یورپ کے نوجوانوں کو عراق کے میدان میں جمع کرسکوں۔ اور میں کربلائے معلےٰ میں حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے روضہ پر تقریر کا موقع پاسکوں اور میری آواز اور زبان ان ممالک کے نوجوانوں کو سمجھانے پر قادر ہوسکے کہ میں کیا کہ رہا ہوں تو میں امام حسینؑ کی زندگی اور وفات کا حقیقی اور روحانی پیغام سنانے کیلئے فوراً کھڑا ہوجاؤنگا۔ حسینؑ امن و اتحاد کے اس مقدس و مبارک سفر میں جس میں ان کو ایسے سمندروں صحراؤں کو عبور کرنا پڑا جو نفرت جنگ اور شقاوت کی تاریک گھاٹیوں سے بھرے پڑے تھے جوہر انسانیت کا ایک امتیازی نشان بن کر نکلے۔ پیغمبر اسلام کے نواسے اور علی اعلیٰ کے نورِ نظر نے کیا اسی جرأت و انصاف کا ثبوت نہیں دیا جو قسطنطنیہ کے حملہ میں ایک .... بہادر سے بہادر سپاہی یا عرب کے ایک منصف حکمران سے ظاہر ہوسکتا تھا اس اپنے طرزِ عمل سے نوجوانوں کو یہ بتادیا کہ انھیں اپنے آباؤ اجداد کی نیکیوں کا کس طرح استحسان و اعتراف کرنا چاہئے اور خدمت کی روایات کے سلسلہ کو کس طرح جاری رکھنا چاہئے۔ کیا حسینؑ تک عراق سے یہ آواز نہیں پہونچی تھی کہ وہ قیادت و حکمرانی کے فرائض اپنے ذمہ لیں اور اپنے بھائی حضرت عباس اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ جس میں ان کے چند ساتھی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ کربلا کے لق و دق صحرا کو عبور کرنے کیلئے تیار ہوگئے اسی طرح آج بھی جبکہ آج کل کی دنیا میں سیاسی اور اقتصادی مسائل ہمارے سامنے ہیں نوجوان لپنے اپنے دل کی آواز کو سنتے ہیں ان نوجوانوں کے دل و دماغ کو بہبود عامہ میں خواہ ان کا راستہ مصائب و تاریکی سے کتنا ہی پٹا ہوا کیوں نہ ہو اپنی پوری قوت پیش کرنی اور صرف کرنی چاہئے۔ جب بنی اُمیّہ کی فوج نے امام حسینؑ کا محاصرہ کیا تو انھیں معلوم ہوگیا تھا کہ ان کا آخری وقت قریب آگیا۔ کیا انھوں نے یہ خواہش نہیں کی تھی کہ عورتوں اور بچوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھا جائے۔ کیا انھوں نے اپنے دوستوں سے یہ درخواست نہیں کی وہ اپنی جان بچا کر نکل جائیں اور حضرت کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اب ہمارے نوجوان اس اندوہناک لیکن خوبصورت تصویر میں حب وطن کی عظمت کو ملاحظہ کریں دیکھیں کہ اس کے نقش اوں میں کتنے ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں وہ اس تصویر سے یہ سبق لیں کہ ضعفا اور لاچاروں سے کیونکر محبت کرنی چاہئے۔ اور رنج و غم میں اپنے ساتھیوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے

کیا امام حسینؑ کی بہادری نے دشمنوں کے دلوں پر بھی اپنا گہرا اثر نہیں ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کے ۳۰ آدمی مخالف فوج سے نکل کر حسینیؑ فوج کے متبرک حلقہ میں آگئے اور انھوں نے امام کیساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ اس مثال سے نوجوانان عالم یہ سبق لے سکتے ہیں کہ مصائب اور ناکامیوں میں محصور ہونے کے باوجود بھی ایک بلند مرتبت روح کی علوے عظمت کس طرح فتحیاب اور اپنے دشمنوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ یا دشمنوں کو اپنا جاں نثار اور دوست بنا سکتی ہے۔

اس مثال سے نوجوان اس راز کو پالیں گے جس کا حوالہ ایک شاعر نے ان الفاظ میں دیا ہے کہ ہر انسان کے سینہ میں ایک ہی دل ایک ہی جذبہ کام کرتا ہے۔

کیا امام حسینؑ نے شہادت کے وقت جب ان کے جسد مقدس پر پتھر برسائے جا رہے تھے۔ اُن لوگوں کے لئے جو زندہ تھے یا جو وفات پا چکے تھے دعا نہیں کی اس سے نوجوانوں کو یہ سبق لینا چاہئے کہ فیاض کیریکٹر رکھنے والا کوئی عورت یا مرد اپنی زندگی یا موت دونوں ہی کے وقت دوسروں سے اپنے کو ایک رشتہ میں منسلک پاتا ہے اور وہ دنیا کی عظیم الشان برادری کا اپنے کو ایک ممبر خیال کرتا ہے۔ جنگ ہوتی ہیں اور گذر جاتی ہیں رؤسا اور اعلیٰ طبقہ کی طرف سے غرباء کی پامالی کا ایک دور گذر جائیگا اسی طرح اقلیتوں پر اکثریت کا تسلط و دستبرد ہمیشہ قائم رہنے والی چیز نہیں۔ مختلف جماعتوں میں نفرت و حقارت کا دور بھی ختم ہو کر رہے گا۔ آفتاب کی کرنیں بار بار نور افشانی کرینگی۔ اور شفق کی روشنی بنارس لندن پیرس نیویارک و قاہرہ اور سیلون پر برابر اپنا سایہ ڈالتی رہینگی۔ یہاں تک کہ تمام انسان یہ سمجھ لیں کہ ان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ و تعلق ہے اور انسانیت سانس

اور اتحاد باہمی کی کس طرح محبت کی جانی چاہئے لیکن یہ اتحاد اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا محض انسانی دلوں کو فتح کرنے سے حاصل ہو سکے گا۔ عرب کے حسینؑ کربلا کے حسینؑ نہیں، نہیں تمام دنیا کے حسینؑ شجاعت محبت کے علمبردار حسینؑ نے زندگی و موت سے ایک ایسی مثال دنیا کے سامنے پیش کر دی کہ انسانی قلوب پر فتح حاصل کر کے سب سے خوشگوار اور بہترین طریقہ کیا ہے۔!

(حسین دی مارٹر)

امام الشہداءؑ

مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور

پیغام آرہی ہے پھر یاد امام الشہداء کی
ہر ذرہ ہی بیتاب مدینہ کی گلی کا
خاک رہ طیبہ کی تو فرقِ زمانہ کی فضا میں
خوں کر کے محمدؐ کے گلستاں کی گلی کا
باقی ہیں جہاں میں حسنیؑ اور حسینیؑ
لاقی کا پتہ ہی نہیں اب بھی کا
رونے میں بھی حکمت ہے مگر یہ نظری ہے
سر دو تو ملے مرتبہ تم کو بھی ولی کا

از قلم جناب
سلطان المتکلمین علامہ سید
محمد سبطین صاحب

فلسفۂ شہادت

اذن الذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ

مقدمہ تقدیر

تفاضل و تقابل اشیاء انواع عالم تماماً سلسلۂ تفاضل میں منسلک ہیں۔ وکائنات غیر متناہی مراتب کے اندر ایک دوسرے سے افضل و اعلیٰ۔ ادنیٰ و اسفل کی صفت سے متصف مادۂ عالم کی صورت اثیریہ سے بالا صورت سدیمیہ ہے، اور صورت سدیمیہ سے فوق صورت جمادیہ اور جماد سے بالا نبات اور اس سے بلند حیوان، حیوان سے ارفع انسان بھی مرکز کائنات ارضیہ اور سب سے اعلیٰ سب سے اشرف اور سب سے افضل ہے۔ بلکہ مادہ کے اجزائے فردیہ بھی حسب تحقیق حکمائے فلسفۂ جدید اس ناموس تفاضل تسافل سے خالی نہیں ہیں اور انھیں کے اس ناموس کا نتیجہ تنازع بقا ہے جس سے کوئی نوع خالی نہیں۔ اور یہ تفاضل انواع ہی پر منحصر نہیں ہر نوع کے افراد کو بھی شامل ہے اور انسان ہی نہیں بلکہ ہر نوع کے افراد پر فضلنا علیٰ بعض، صادق نوع انبیا بھی اس سے مستثنےٰ نہیں ہیں وتلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض یہ بھی اسی سلک میں منتظم۔ انسان مراتب معیشت میں بھی اسی ناموس فطری کے ماتحت ہے جس کی حکمت کی طرف زبان قدرت یوں اشارہ فرماتی ہے۔ اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون (زخرف) کیا یہ لوگ خود رحمت پروردگار کو اپنے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔ (نہیں ہرگز نہیں) ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت دنیوی کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر بدرجہا رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے کے تحت تسخیر رہیں اور نظام تمدن منتظم اور خدا کی رحمت اس سے بہت بڑھ کر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں بعض آمر بعض مامور بعض مطیع بعض مطاع۔ بعض تابع بعض متبوع۔ بعض خادم، بعض مخدوم اور من حیث العموم ہر ادنیٰ اعلیٰ کا اور ہر مفضول فاضل کا خادم ہے۔ یہی قانون فطرت دیگر انواع کے افراد میں بھی جاری وساری ہے۔ جس طرح جمادات و نباتات و حیوانات میں من حیث النوع تفاضل ہے۔ من حیث الافراد بھی ہے اور ہر نوع ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر اور اعلیٰ ترین تک بیشمار مراتب کو حاوی اور افراد انسانی کی طرح من حیث العموم ہر ادنیٰ اعلیٰ کا معاون فطری ہے نوع جماد نبات کی خادم ہے۔ ذرات ارضی ومائی اس کی نشوونما میں خدمت کرتے ہیں۔ اور نوع نبات حیوان کی خدمت کرتی ہے اور حیوانات انسان کی۔ اسی طرح ادنیٰ افراد اعلیٰ افراد کے خادم اور اس کے معاون ہیں۔

فنا میں بقا ہر فرد نوع ادنیٰ اعلیٰ پر قربان اور فدا ہوتی ہے۔ ہزارہا نباتات فنا ہوکر حیوان کی حیات کا موجب ہوتے ہیں، اور حیوانات انسان کی۔ اور یہ حقیقتاً ان کی فنا نہیں بلکہ بقا ہے یہ تنزل نہیں بلکہ ترقی ہے، اور اسی میں حیوانی قربانی کی معقولیت کا راز ہے۔ یہ اس کا انتہائی کمال ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا انسان کی ہستی میں فنا ہوکر ابدی حیات حاصل کرے۔ یہ ظلم نہیں رحم ہے یہ جیو ہتیا نہیں، جیو رکھشا ہے۔ ع۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا

ایک کی فنا دوسرے کی بقا ہے۔ مٹی اور پانی جب تک اپنی صورت نوعیہ اور شخصیہ کو فنا نہ کردیں گے درخت نشوونما نہ پائیگا۔ ایک جوہر مثل الماس جب تک فنا ہوکر خاک نہ ہوجائیگا جزو انسان نہ بن سکے گا۔ اور اس کی بقا کا سبب نہ ہوگا۔ ایک قطرۂ باراں جب تک اپنے وجود کو نہ مٹائیگا باعث نشوونما نباتات نہ ہوگا۔ نباتات اگر فنا نہوں تو حیوان کی زندگی نہ ہو اور اسی طرح اس سے بالا ان سب کی فنا انسان کی بقا کا موجب ہے اور ان کی فنا ہی ان کی حقیقی ترقی ہے۔ ایک درخت کی گٹھلی ایک نہایت حقیر ہستی ہے۔ جس وقت تک اسکی شخصیت باقی

ہے نہ اس میں ترقی ہے نہ ظہور کمالات۔ جب یہ اپنی ہستی کو خاک میں ملا دیتی ہے اور اس کی شخصیت خاک میں ملا دیتی ہے اس وقت ترقی شروع ہوتی ہے۔ یہ زمین میں فنا ہو کر ہزارہا اجزائے زمین کو اپنے مناسب کرکے اپنے میں جذب کر لیتی ہے اور ایک عظیم الشان درخت کی صورت اختیار کرکے ہزارہا خلق خدا کی پرورش کا وسیلہ ہوتی ہے، اور مظہر شان ربوبیت ہو کر لاکھوں موجودات کیلئے سایۂ رحمت، اور آخر ترقی کرکے یہ فنا عین صورت بقا اور حیات ابدی میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ فنا شدہ شے بر عود کرکے وہی گٹھلی بن جاتی ہے، اور حیات ابدی میں ظاہر ہوتی ہے ایک ہستی ہزارہا ہستیوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ایک گٹھلی کے ہزارہا پھل اور گٹھلیاں اور اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ اس فنا کے بغیر حیات ابدی کا حصول ناممکن ہے۔ ایک گٹھلی یا دانہ فنا ہو کر کروڑہا اجزائے ارضی کو اپنی حیات میں شامل کرکے ان کو درجۂ کمال پر پہونچاتا ہے۔ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ واسع علیم۔ اور بے رنگ و بو ذرے کو خوشرنگ و خوش ذائقہ و خوشبودار ثمر بناتا ہے۔

ترقی اور انسانی قربانی

اسی سے قومی ترقی اور انسانی قربانی کا راز منکشف ہوتا ہے۔ ایک فرد قوم قوم میں فنا ہو کر ہی قوم کو حقیقی ترقی کی معراج پر پہونچاتا ہے۔ اس قوم نے دنیا میں کوئی ترقی نہیں کی جو اس قسم کی قربانی سے محروم رہی۔ اور وہ شجر دین و مذہب کبھی بدرجۂ کمال سرسبز و شاداب نہیں ہوا جس پر ایسی قربانی نہ چڑھائی گئی ہو۔ جتنی قربانی عظیم الشان ہوگی، اتنی ہی شان عظیم، تمام عالم اقوام و ادیان پر فخر کر سکتا ہے۔ دین اسلام جو ایک عظیم الشان قربانی کا مالک ہے۔

افراد کائنات کی طرح مطالب و مقاصد میں بھی یہی تفاضل موجود ہے ایک مقصد اپنی اہمیت کے لحاظ سے اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ۔ اور جس طرح افراد میں ہر ایک ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جا سکتا ہے۔ النفس الواحد تفتدی بھا اھل البیت واھل البیت تفتدی بھم القبیلۃ والقبیلۃ تفتدی بھا اھل مصر وتفدی ملک وعلی ھذا القیاس۔ ایک نفس ایک خاندان کا فدیہ ہو سکتا ہے اور خاندان ایک قبیلہ پر قربان کیا جا سکتا ہے، اور قبیلہ تمام اہل شہر پر، اور تمام اہل شہر ملک پر فدا کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح تصادم مطالب کی صورت میں مقصد اعلیٰ کے لئے ادنیٰ مقصد کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ افضل و اعلیٰ مقاصد و مطالب کے واسطے ادنیٰ قربان کر دئے جاتے ہیں۔

واذا ابتلیت ببلیتین فاختر اھونھما۔ بلاؤں میں مبتلا ہو جاؤ تو ان میں سے آسان تر کو اختیار کرو کیونکہ شر قلیل شر کثیر کے مقابلہ میں خیر ہے اور جان کا صدقہ مال۔ اگر جان کا صدقہ مال۔ اگر جان پر مصیبت آئے تو اہل عقل مال قربان کر دیتے ہیں اور عزت ناموس کو بھی صدقہ کر دیا جاتا ہے "النار ولا العار"، جہنمی بننے سے بہتر ہے کہ ننگ و عار کو اختیار کرے۔ ایک بے گناہ قتل ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے سے اس کی معصوم جان بچ جاتی ہے۔ جھوٹ گناہ ہے اور ایک بیگناہ جان کا ضائع کر دینا اس سے بہت بڑا گناہ۔ اس وقت حکم عقل یہ ہوگا کہ جان بچائی جائے۔ سچ بولنے سے نفس ذکیہ قتل ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے سے وہ نجات پاتا ہے۔ ایسے وقت میں سچ بولنا فرض نہیں رہا۔ اس کی فرضیت ساقط ہو گئی۔ کیونکہ اس سے اہم فرض عائد ہو گیا اور وہ حفظ نفس ذکیہ ہے اسوقت یہ جھوٹ قبیح نہیں حسن ہو گیا ہے اور اگر ایک جان دیکر قوم بچتی ہے یا قوم کی عزت بڑھتی ہے تو جان قربان کر دینا مستحسن سمجھا جائے گا اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے جان ضائع کر دی اور اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈالا اور "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کے حکم کے خلاف کیا۔ اہل ہمت کی ایک جماعت قطبین کی تلاش میں خطرناک منازل اور ہولناک مقامات کا سفر کرتی ہے۔ اور ایک نہیں کئی جماعتیں اسی طرح ہلاک ہو کر اس مہم کو سر کر لیتی ہیں، اور قطبین پر برطانیہ عظمیٰ کی عزت و عظمت کا جھنڈا گاڑ دیتی ہیں۔ کوئی ذی شعور نہیں کہتا کہ احمقوں نے اپنی جانوں کو مفت ضائع کیا۔ کیونکہ اہم مقصد پیش نظر تھا۔ ایک افسر دشمن کے قبضہ میں جانے سے بچانے کیلئے میگزین میں آگ لگا دیتا ہے اور خود بھی جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ کوئی ذی ہوش نہیں کہتا کہ اس نے برا کیا اور اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالا اس لئے کہ ایک عظیم مقصد مد نظر رکھتا تھا۔ کیا بنکا [illegible] اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں اپنے مقام کو نہیں چھوڑتا اور جہاز سے جدا نہیں ہوتا، بلکہ جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ گو باپ

نوشتہ بابو کالی پدا بنیرجی بنشا ناتھ رائے اسکوائر

انسانی تاریخ میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شیطانی اور خدائی طاقتوں میں برابر تصادم ہوتا رہا ہے۔ جب انسان کا شیطانی رجحان انصاف و صداقت کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے تو کوئی نہ کوئی عظیم ہستی جو ہم ایسے انسانوں سے کہیں بلند تھی ظاہر ہوتی ہے۔ معمولی انسان ان کی مثالوں سے ہدایت پاتے ہیں اور ان میں انکے اعمال کی پیروی کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اس انقلاب سے حیوانی طاقت مغلوب ہوتی ہے اور دنیا میں خدائی بادشاہت قائم ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے ایسے برابر مافوق البشر انسان دنیا میں پیش کئے گئے ہیں۔ گیتا میں کرشن نے کہا ہے کہ میں مختلف زمانہ میں دنیا میں مذہب کی بنیاد کو مضبوط کرنے کیلئے ظاہر ہوتا رہتا ہوں....

ساتویں صدی مسیحی کے آخر میں جبکہ یزید فرمانروائے دمشق کی سرکردگی میں عوام کے ایک گروہ نے اسلام مقدس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو متقی و پرہیزگار حسینؑ نے مذہب اور صداقت کی حمایت میں کربلا کے میدان میں شجاعت و بہادری کیساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کردی۔

مادی طور پر یزید کو فتح ہوئی لیکن روحانی حیثیت سے اس کی یہ فتح شکست ثابت ہوئی۔ وہ اسلام کو جو صورت دینا چاہتا تھا اور باطل کی جس کیفیات پر اسلام قائم کرنا چاہتا تھا وہ صورت و بنیاد بہت جلد معدوم ہوگئی۔

حسینؑ کی شہادت کا نتیجہ فتح و کامرانی کی صورت میں نکلا اور اسلام یعنی حقیقی اور سچے اسلام نے از سر نو نشو و نما حاصل کی۔ مافوق البشر کا یہ مذہبی فریضہ رہا ہے کہ وہ عوام کی دماغی تربیت و تعلیم کا سامان بہم پہونچائیں وہ اس راہ میں دنیا کے رنج و مصائب کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ کرشن نے ایک شکاری کے ہاتھوں اپنی جان گنوائی۔ مسیح کی زندگی کا بھی خاتمہ افسوسناک طریقہ پر ہوا لیکن مذہب کے متعلق انھوں نے جو شاہراہ دکھائی وہ اب تک انسانوں کو منفعت پہونچا رہی ہے۔ مقدس حسینؑ کی الم انگیز قربانی نے ضلالت کی تاریکی کا خاتمہ کردیا اور ایک نئی روشنی پھیلادی وہ قربانی آج ہزاروں مسلم اور غیر مسلم میں اس جذبہ کو متحرک کر رہی ہے کہ فرائض کے ادا کرنے میں جان کے جانے اور موت کے آنے کی پرواہ نہیں کرنا چاہیئے۔ لہذا جبکہ آج قومیت کی روح بیدار ہورہی ہے ہمکو دعا کرنی چاہئے کہ خدا مقدس حسینؑ کی روح کو عظمت و برتری نصیب کرے۔

(حسینؑ دی مارٹر)

بقیہ فلسفۂ شہادت (صفحہ ۲۹ سے آگے)

اس پر ناراض نہ ہوتا مگر وہ تعمیل حکم سب سے اہم سمجھتا ہے اور جان سے عزیز جانتا ہے بلکہ اسکا ڈھیر ہو جاتا ہے۔ اہل عقل اس کی مذمت نہیں کرتے بلکہ اسکی مدح سرائی کرتے ہیں۔ ایک جرنیل دشمن کے مقابل دریا پر پل باندھنے کیلئے ہزاروں سپاہی کٹوا دیتا ہے کہ اس کے بعد ہم دشمن کو شکست دیدیں گے اور قوم و ملک کی جان و مال عزت و آبرو بچالیں گے۔ یہ فعل قبیح نہیں کہا جاسکتا کہ ہزار ہا جانیں تلف کردیں۔ کیونکہ ہزار تلف کرکے لاکھوں اور کروروں جانیں اور ان کی عزت آبرو بچالی۔ ایک جانباز سپاہی اپنی قوم اور افسر کی جان بچانے کیلئے دشمن کی توپ کے منہ میں چلا جاتا ہے اور اس میں ہاتھ دیدیتا ہے۔ کوئی منصف نہیں کہہ سکتا کہ اس نے غلطی کی اور ہلاکت میں پڑگیا۔ ایک وفادار اور سعادت شعار

بقیہ مضمون صفحہ ۳۲ پر

ملازم اپنی جان بھوکے بھیڑیوں کی نذر اس لئے کر دیتا ہے کہ اس کے آقا اور آقا زادوں کی جان بچ جائے۔ بھیڑیئے اس کے کھانے میں مشغول ہوجائیں اور آقا گاڑی لے کر نکل جائے۔ یہ تہلکہ میں پڑنا نہیں کہلاتا۔ سقراط حکیم و دانا دشمن کے ہاتھ سے زہر کا پیالہ لے کر پی جاتا ہے اور صداقت وسچائی کے لئے جان دیدیتا ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے نادانی کی کیونکہ وہ اس حقیقت کو سمجھتا ہے۔ القتل اولیٰ من رکوب العار۔ حق جان سے کہیں زیادہ گرانقدر ہے۔ عزت ایک قیمتی گوہر اور ایمان دولت بے بہا۔

شہادت یا ہلاکت

مذکورۃ الصدر فطری اصول کے مطابق واقعات کی روشنی میں ریگستان کربلا کے اندر لاکھوں سے بہتر کی لڑائی دیکھو اور غور کرو کہ یزید کی ٹڈی دل۔ خونخوار۔ بیرحم، جفا پیشہ۔ جفا کار اور ناخدا ترس فوج کے۔ مقابلہ میں بھوکے۔ پیاسے۔ دیندار وفاشعار۔ حق پرست پردیسیوں کی مٹھی بھر جماعت کا بر سر پیکار ہونا۔ سوختہ دماغ حاسد اور دشمن کی نظر میں جان بوجھ کر اپنے کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے۔ لیکن اہل انصاف اور صاحبان عقل وبصیرت کی نگاہ میں بہترین حکمت عملی، حسن تدبیر اور سیاست پر مبنی ہے یہ ہلاکت وتباہی نہیں۔ اگر ایک جانباز جلتے ہوئے مکان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود کر ایک خاندان کی جان بچاتا ہے تو وہ خاک نہیں ہوا زندۂ جاوید ہوگیا۔ اگر ایک ملاح گرداب میں آئے ہوئے ڈوبتے ہوئے جہاز کو بھنور میں غوطہ مار کر اور خود ڈوب کر ترا جاتا ہے تو وہ ہلاک ہونیوالا نہیں کہلاتا۔ وہ ہلاکت سے بچانیوالا اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ تو حسینؑ ابن علیؑ امام ابن امام سردار جوانان جنت خون کے دریا میں غوطہ لگا کر اسلام کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو کفر ونفاق کے بھنور سے نکالنے اور ابد الآباد تک کیلئے اس کو محفوظ کر دینے والے کو ہلاکت اور تباہی کا الزام دینے والا دولت ایمان سے ہی عاری نہیں بلکہ زیور عقل وبصیرت سے بھی عاری سمجھا جائے گا اس کے ضمیر کی آواز نہیں اس کے بغض وحسد کی صدائے بازگشت ہے۔ ہلاکت وہاں کہلاتی ہے جہاں انسانی قربانی کا مبادلہ اس سے بڑھکر نہ حاصل ہو اور بیکار ضائع ہوجائے وہ شجرۂ اسلام جس کو رسولؐ اسلام نے اپنے پاک وپاکیزہ خون سے سینچا تھا وہ یزیدی عہد میں سموم کفر ونفاق سے مرجھا رہا تھا۔ صورت دین منقلب ہو رہی تھی، اسلامی توحید شرک کے لباس میں دکھائی دیتی تھی۔ دین بے دینی کے زیور سے آراستہ ہو رہا تھا دشمن اسلام، اسلام کا محافظ بنا ہوا تھا۔ گویا بھیڑیا گوسفندوں کا نگراں، اور ڈاکو مسافروں کی جان، مال عزت آبرو کا حامی، فرائض اسلامی کی صورت بدل گئی تھی۔ سنت رسولؐ بدعت ہوگئی تھی۔ عن انس قال ما اعرف شیئا مما کان علیٰ عہد النبیؐ قیل الصلوٰۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیہا (معاویہ کا عہد ہے۔ انسؓ شام میں آتے ہیں لوگ ملنے کو آتے ہیں کہ رسولؐ کا صحابی آیا ہے) انسؓ کہتے ہیں جو کچھ میں نے عہد رسولؐ میں دیکھا تھا اب اس میں کچھ نہیں پاتا۔ کسی نے عرض کیا، نماز تو باقی ہے، کہا۔ کیا اس میں بھی جو کرنا تھا نہیں کرگذرے اس کی صورت بھی بہت کچھ مسخ کردی ہے۔ عن عبد العزیز قال سمعت الزہری یقول دخلت علیٰ انس بن مالک بدمشق وہو یبکی فقلت ما یبکیک۔ فقال لا اعرف شیئا مما ادرکت الا ہذہ الصلوٰۃ وہذہ الصلوٰۃ قد ضیعت الخ۔ عبد العزیز کہتا ہے کہ میں نے زہری سے سنا، وہ کہتا تھا کہ میں انس ابن مالک کے پاس دمشق میں ملنے گیا تو وہ بیٹھے رو رہے تھے میں نے کہا کیوں روتے ہو۔ کہا جو کچھ میں نے عہد رسولؐ میں دیکھا تھا اس میں سے اب کچھ نہیں دیکھتا صرف ایک نماز رہ گئی تھی وہ بھی ضائع کردی گئی۔ (بخاری ص۷۶)

یہ ابھی معاویہ کا عہد ہے یزید کا زمانہ نہیں۔ ہر بدعت سنت رسولؐ ہوگئی تھی۔ مدعی پیشوائے مذہب وامامت دینی بیدینی کا مجسمہ تھا۔ اگر حسینؑ بھی اس کی بیعت کر لیتے اور اپنی جان بچا لیتے تو اس کے افعال فسق وفجور پر دینی مہر ثبت ہوجاتی، اور اسلام لباس بیدینی میں ملبوس ہو کر مسخ ہوجاتا۔

آہ یہ حالت ہوئی ہے امت گمراہ کی + پیرو عترت نہ قائل ہے کتاب اللہ کی

حسینؑ حقیقی محافظ ہے اور فرزند صاحب دین بلکہ عین حقیقت دین ہے۔ بقول مصنف تاریخ بغداد پانچ سو بدعتیں جو وفات رسولؐ سے لیکر زمانہ یزید تک اسلامی صورت اختیار کر چکی تھیں حسینؑ نے اپنی حکمت عملی سے چند گھنٹوں میں مٹا کر رکھ دیں، اور ان کی جگہ سنتیں قائم کر دیں، جو سوائے اس کے کسی اور صورت سے ممکن ہی نہ تھا کہ حسینؑ اپنی اور اپنے عزیزوں اور رفیقوں کی جانوں کو مظلومیت کیساتھ قربان کر دیں۔ حسینؑ اس جنگ میں ناگہانی طور پر گرفتار نہ ہو گئے تھے، وہ عرصۂ دراز کے غور و خوض کے بعد اپنے عزم و ارادہ سے اس پر عمل پیرا ہوئے تھے۔ ان کیلئے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تباہی دین گوارہ کریں اور جان بچائیں یا جان دیکر دین کو بربادی سے نکالیں۔ جن کی آنکھیں زیب و زینت دنیا نے کور کر دیں ہیں انھیں یہ ہلاکت دکھائی دیتی ہے اور حسینؑ کو یہ عین بقا و حیات ابدی، جان و مال کی حفاظت اسی وقت تک واجب تھی جب تک کہ ایمان محفوظ تھا اور دین خدا قائم۔ لیکن اسوقت یہ قتل حسینؑ کیلئے ذلت نہیں عین عزت ہے۔ یہ اسیری مخدرات عظمت و طہارت توہین نہیں عین تکریم ہے۔ حسینؑ اپنی مصلحت کو عیاں کرتے ہیں اور مکہ سے ہجرت کے وقت خطبہ میں اسکو آشکار فرماتے ہیں۔ الا ان الدعی ابن الدعی قد رکزنی بین السلۃ والذلۃ ھیھات ھیھات ابی اللہ و رسولہ وجدود طہرت و بطون طابت ان نقر الذلۃ فنفسا الخ۔

اس حرامزادے نے مجھ کو دو چیزوں کے درمیان محصور کر دیا ہے ایک طرف ذلت ہے اور ایک طرف تلوار کی دھار، ناممکن ہے کہ ہم ذلت گوارہ کریں، ہرگز نہیں۔ ہم عزت کی موت مریں گے، جو نشان شرافت ہے۔ الموت خیر من رکوب العار والعار اولی من دخول النار واللہ ما ھذا و ھذا جاری۔ ننگ و عار کی زندگی سے مرنا بہتر ہے اور دوزخی بننے سے ننگ و عار اولی، اور خدا کی قسم ہمارے لئے نہ یہ ہوگا نہ وہ۔ نہ ہم ذلت کو اختیار کریں گے نہ ہم گنہگار ہو کر مریں گے۔ ہم خون کے دریا میں نہا کر دار خلد میں جائیں گے اور دین اسلام کو زندہ کر کے کروڑوں نفسوں کو جہنم سے بچا لیں گے۔

دنیا میں بہت سے بہادر ہیں: جنھوں نے قوم و ملت کی خاطر جنگ و جدل کر کے اپنی جانیں دی ہیں۔ خود اسلام میں مثالیں کم نہیں ہیں۔ حسینؑ یہ بھی کر سکتے تھے کہ مقابلہ کیلئے فوجیں جمع کرتے اور ایک عرصہ دشمن سے لڑائی میں گذار دیتے۔ لیکن فتح و شکست دونوں صورتوں میں اپنے پدر بزرگوار اور برادر نامدار کے واقعات سے تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ اور نتیجہ کو جانتے تھے، اس لئے جو میدان عمل حسینؑ کے ہاتھ آیا وہ اس حیثیت سے کسی دوسرے کو میدان عمل نصیب نہیں ہوا۔ ناحق شناس آج بھی یہ کہ رہے ہیں کہ معاویہ علی سے جیت گیا، مگر کائنات میں ایک ذی عقل بھی نہیں جو یہ کہ سکے کہ یزید جیت گیا اور حسینؑ ہار گئے۔ یزیدیوں کے سوا کوئی زبان یزید کی مدح سرا نہ ملیگی لیکن آج لاتعداد زبانیں حسینؑ حسینؑ پکار رہی ہیں۔ کیا کسی مصلح عالم نے دو پہر میں یہ کامیابی حاصل کی ہے جو مظلوم کربلا نے کی کہ دشمن اسلام کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ یہ محض مظلومیت کی قربانی کا نتیجہ ہے جسکو دشمنان دین ہلاکت سے تعبیر کرتے اور حسینؑ کی سوئے تدبیر بتلاتے ہیں ساری کائنات ملکر بھی حسینؑ کی اس کامیابی میں عملی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حسینؑ نے فنا ہو کر اپنی اور قوم کی دائمی حیات حاصل کی جسکو کبھی زوال نہ ہوگا۔ اور اسلام و اہل اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں یہ افتخار حاصل رہے گا۔ کہ اسلامی قربانی تمام اقوام کی قربانیوں سے بڑھ کر ہے جس نے قوم نہیں بلکہ عالم امکان میں دائمی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے — جناب فرحت شمس آبادی

سلام

نتیجۂ فکر جناب نواب سید فرحت حسین صاحب فرحت شاگرد نواب لاڈلے صاحب واقف

غمِ شبیرؑ کی باقی رہیگی داستاں برسوں
رہیں گے درہم و برہم زمین و آسماں برسوں

اثر باقی رہیگا تا قیامت اس مصیبت کا
غمِ شہ میں رہیں گے نالہ کش پیر و جواں برسوں

بہا کر چند آنسو ناز اتنا کر نہ رونے پر
غمِ شبیرؑ میں رونا ہے تجھکو آسماں برسوں

جو کوئی پوچھتا تھا اُس سے بانو رو کے کہتی تھیں
علی اصغر رہے اس دار فانی میں کہاں برسوں

صدا آتی رہی تا مرگ بھی کانوں میں رونے کی
غمِ شبیرؑ میں دلکو رہا شغلِ فغاں برسوں

دو رنگی ہی یہ دنیا رنگ اس کا ایک سا کب ہی
یہاں جو شادماں دو دن وہی ناشادماں برسوں

عزائے شاہ کا مٹنا قیامت تک بھی مشکل ہے
غمِ شبیرؑ کی باقی رہیگی داستاں برسوں

سلاسل نے کیا تھا پائے عابد کو فگار اتنا
رہے زخموں کے اچھے ہو کے بھی باقی نشاں برسوں

خدا نے بعد مدت کے درِ سرور پہ پہونچایا
نہیں چھوٹے گا فرحت ہم سے اب یہ آستاں برسوں

رباعی

از سرتاج الشعرا حضرت پیرم شاہ وارثی

وجہِ نشو و نمائے گلزار خلیلؑ
شاہ شہدا فخر ذبیح حسینؑ
نوا زیست گل گلشن کونین حسینؑ
نور بصر ریاض دارین حسینؑ

(نوشتہ عالیجناب سید شہنشاہ حسینؑ صاحب اٹاوی۔ از حیدرآباد دکن)

ماریہ کے بن میں محمدؐ کی گود کا ایسا نقیب جس کی آواز نے حق اور انصاف کی حمایت میں ایک لق و دق صحرا میں وہ سیدھا پیغام دیا جو انسانیت کے بلند فرائض میں تھا۔ نینواہ کی میدان میں تلقین امامت نے ایک عجیب شان پیدا کردی۔ رسولؐ کے عظیم الشان درس سے پھر بنی امیہ مقابلہ کر رہے تھے۔ ایمان اور توحید کا جو چراغ بانئ اسلام نے روشن کیا تھا۔ یزید اُسکے بجھانے کیلئے کھڑا ہوا جسکے دل میں توحید سے مقابلہ کا جذبہ پرورش پا رہا تھا بنی امیہ کی حقیقت سے دنیا بہت کچھ واقف ہے ان کے جارحانہ منصوبے صدیوں تک خون پیتے رہے۔ اپنی کوششوں کو سرسبز کرنیکے لئے وہ ایک کے بعد دوسرا علانیہ خونخوار پایا گیا۔ ان کی ناپاک خواہش اور ہوس نے توحید پر پردے ڈال دئیے تھے ابو سفیان اور اس کی اولاد کے تعصبات جارحانہ درازیتوں سے گلے دباتے تلوار کو بے نیام کرنا یہ تمام خونی مناظر دنیا دیکھ رہی تھی۔ یزید کی پالیسی نے رسالت کے خلاف بغاوت کی آگ پھیلا دی تھی۔ یزید پرست پوری قوت سے سرگرم جذبات کا خونی مرقع پیش کر رہے تھے اسلام کی زندگی کا ایسا وقت آیا، یزید کا فتنہ انگیز زہر بے نقاب ہو کر بڑی خوبی سے آزادی کیساتھ درس رسالت کو برباد کرتا رہا۔ شامی کربلا میں یزید کے جھنڈے کے نیچے اسلام کے خلاف جمع ہوئے تھے فتنہ انگیز جماعت ہم خیال شرکا کیساتھ خانہ جنگی کو تقویت دے رہی تھی۔ بنی اُمیہ کا اسلام کے خلاف محاذ قائم ہوگیا جو اپنا خطرناک زہر پھیلانیکی کوشش کر رہا تھا۔ حسینؑ کے سامنے حق و صداقت کے عزیز اصولوں کی حفاظت فرض تھی اسکے حصول میں بڑی سخت منزل تھی۔ درس رسالت کو زوال کی تاریکیوں سے ایک قدیم گروہ کے دست برد سے بچا کر زندہ کردیا۔ فاقہ کش اور بوریہ نشین باپ کا پیارا بیٹا حسینؑ نینواہ کی جلتی زمین کے اندر خدائے قدوس کی حقیقت کو تسلیم کرانے آیا ابو سفیان کی ظالم اور بھیانک اولاد کی تلواروں کی سائے میں مضبوطی کیساتھ رسالت کے اصولوں کا درس دے رہے تھے۔ ناانصافی اور ظلم کی روک تھام کرنا قدیم دشمن سے رسالت کی حفاظت کا اصل مقصد تھا ظلم و جور کے ذریعہ سے انسانوں کے گلوں کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ زہراؐ کے لخت جگر نے عمر ابن سعد سے معاملوں کو پرامن طے کرنیکی کوشش اٹھا نہیں رکھی تھی۔ صلح اور امن کیلئے امامت کی تمام تلقین پر یزید کا سیلاب ٹکرا رہا تھا جب آزمائش اور عمل کا وقت آیا توحید کے بیٹوں نے اپنے آپ کو عظیم الشان خدمت کا اہل ثابت کردیا ہمت و شجاعت اور سرفروشی کیساتھ اس خونی سیلاب کا مقابلہ کر رہے تھے۔ *

اسلام کی بقاء کیلئے سب عزیز قربان ہو رہے تھے خاندان رسالت کی قربانیوں کا یہ وقت نہایت مؤثر اور ہولناک ہے فرزند اکبرؑ ذبح ہو گیا وہ پیارا بھائی جسکو بیٹے کی طرح چاہتے تھے۔ حسینؑ سے جدا ہو گیا۔ رحمت حق ان پر جو میدان عمل میں رسالت کے درس کیلئے کربلا میں ذبح ہو گئے حق کے مقصد کیلئے ذبح ہو جانا بہت بڑا ایثار ہے جسکو حسینؑ نے بھرے گھر کو محمدؐ کے اصول کی حفاظت کیلئے پیش کیا تھا یہ المناک واقعہ ہے خون میں نہائی ہوئی اور تڑپتی قربانیاں ساری دنیا کو انسانیت کا سبق دیکر رسالت کے حقائق کو بے نقاب کر رہی تھیں حسینؑ کے تدبر اور عمل نے یزید کے خواب کو بھیانک اور ناقص کر دیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی کربلا میں محمدؐ کا دین حسینؑ کے ہاتھوں میں اپنے مستقبل کی تعمیر کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ حسینؑ کی جد و جہد سے اسلام کے اثرات سرسبز ہوں گے۔

اِسلام کا شہید اعظم

(نوشتہ بیگم شاہ نواز آف لاہور)

اسلام کے سب سے بڑے شہید سے اسکی شریک زندگی نے کہا کہ خدا کیلئے میرے بچہ کی پیاس بجھانے کا کوئی سامان کیجئے میں اسے دودھ کے ایک قطرے سے بھی سیراب نہیں کر سکتی اور وہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے وہ جس نے قاتلوں کے خنجر و شمشیر سے اپنی مختصر جماعت اعزا و انصار کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا اس سوال کا کیا جواب دے سکتا تھا؟ آخر کار اُسنے کہا کہ بچہ کو ہمیں دیدو میں اُسے فوج اعداء میں لیجاؤنگا ممکن ہے کہ ایک معصوم بچہ کو اس مصیبت میں دیکھکر دشمنوں کو ترس آئے اور انکے دل ملائم ہو جائیں۔ آپ خیمہ سے برآمد ہوئے اور حضرت علی اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے ہزارہا اعداء کے سامنے تشریف لیگئے۔ معصوم بچہ کیلئے سوال آب کا جواب تیروں سے دیا گیا۔ ایک تیر اصغر معصوم کی ننھی سی گردن میں لگا اور یہ بچہ آخری سانس لیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضرت قاسمؑ امام حسینؑ کے عزیز بھتیجے اور امام حسنؑ کے فرزند امام حسینؑ کے سامنے آئے اور اذن جہاد چاہا۔ امام کا دل خون ۔۔۔۔ ہو رہا تھا لیکن آپ رضائے جہاد کو روک نہ سکے۔ بڑے باپ کا یہ قابل بیٹا میدان جنگ کو عازم ہوا اور اس نے صداقت کیلئے بالآخر اپنی جان دیدی۔

آہ کربلا کا غمناک فسانہ اس قسم کے افسوسناک واقعات سے پُر ہے جو شہید اعظم اور اُنکے خاندان سے ہمدردی نہ رکھتا ہو۔ امام حسینؑ اسلامی اصول صداقت سچائی خلوص سادگی جمہوری اسپرٹ اور انفرادی حقوق کے تحفظ کیلئے جو اسلامی تعلیمات کی روح ہیں زندہ رہے اور اسی لئے اپنی جان دی اُن کی شہادت نے ۴۴

۴۴ سب کی آنکھیں کھول دیں اور جیسا کہ صحیح طور پر کہا گیا ہے کہ شہداء کا خون کبھی ضائع نہیں ہوتا لوگوں نے اپنی شدید غلطی کا احساس کیا اور اس احساس کے بعد انکی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ اپنے کو اس جرم سے بری ثابت کر سکیں۔

امام حسینؑ کی زندگی دنیا کی تاریخ میں بچپن ہی سے صداقت کی راہ میں ایک عظیم الشان قربانی پیش کی۔ اگر ہم مسلمان اس سے سبق لینا چاہیں تو یہ قربانی ہمکو بہت سے سبق دیتی ہے۔ اور ہم اس کے مطابق عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ صرف اپنے اصول کیلئے زندہ ہو صداقت کی راہ سے علیحدگی نہ اختیار کرو۔

یہ سبق صرف مسلمانوں ہی کیلئے نہیں۔ شہادت حسینؑ

شہید کربلا

نتیجۂ فکر عالیجناب مولوی عباس علی صاحب شمیم انصاری باقوبخ

خاص سلطان شبیر نمبر کے لئے

جو آئی باگ دست کفر میں اموی حکومت کی ۔ تو پھر ہونے لگی تحقیر اسلامی شریعت کی
ہوائے ملک گیری نے لحاظ دیں مٹا ڈالا ۔ پئے بیعت ہر اک کو دیگئی دھمکی حکومت کی
یزیدی جور و استبداد سے مرعوب ہو ہو کر ۔ بخوف جاں بپاس آبرو ہر اک نے بیعت کی
مگر یک برگزیدہ خاص ایسی ذات تھی ان میں ۔ جسے جاں سے زیادہ قدر تھی مذہب کی ملت کی
سوال بیعت فاسق جبکہ آیا سامنے اس کے ۔ تو بے ادراک ظاہر اس پہ اس نے اپنی نفرت کی
یزید بد سیر پر جب یہ کیفیت ہوئی ظاہر ۔ تو غصہ میں بہت کچھ بلبلایا غیر حالت کی
لگا پھر انتظار وقت کرنے اس خرابی میں ۔ کہ اس بے دیں نے دلمیں ٹھان لی تھی قتل و غارت کی
قضا را ایسے اسباب علل پھر ہو گئے پیدا ۔ کہ جن کی پیروی میں چرخ نے پیدا یہ صورت کی
کہ وہ شید ائے مذہب ساتھ میں خویش و اقارب کو ۔ مدینے سے چلا اور کربلا میں جا اقامت کی
دیار غیر میں تنہا اسے پایا جو اعدا نے ۔ تو فوراً کر لیا محصور امداد سے حکومت کی
کیا آغاز وہ ظلم و ستم پھر ان لعینوں نے ۔ کہ جنکی شرح نے ان کیلئے تجویز لعنت کی

گر بل فسے شبیہ مصطفے تیری جسارت کو ۔ نہ تو نے ایک لمحہ کو بھی پروائے معیبت کی
ہا ثابت قدم تو مرتے دم تک جادۂ حق پر ۔ نگر مانتی نہ تو نے فاسق و فاجر کی بیعت کی
مٹا خود خاندان اپنا مٹایا پاس مذہب میں ۔ کریگی قدر دنیا تاقیامت اس حمایت کی

شمیم دل یہ کہتا ہے حزیں تیغ یزیدی سے فنا ہو کر
حسین ابن علی نے لاج رکھ لی دین و ملت کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے

یادگار

خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے

نوشتہ عالیجناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب نقوی مجتہد العصر والزماں مدظلہ پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ)

بھول جانیکے قابل ہیں وہ واقعات جن میں نوع انسانی کو نقصان پہونچانے والے جراثیم مضمر ہیں لیکن یاد رکھنے کے مستحق ہیں وہ کارنامے جو کسی ظرف زماں میں واقع ہوئے مگر بنی آدم کو بہترین انسانی اوصاف کی تلقین کر گئے۔ اور ہمیشہ کیلئے ایک کامل نمونہ بن گئے۔

یوں تو ہر قوم و ملت میں اسطرح کے واقعات ہیں جو اپنے اپنے حلقہ میں یاد رکھنے کے قابل سمجھے گئے ہیں مگر اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے اور چونکہ وہ خلق خدا کی رہنمائی کیلئے آخر عمر زمانہ تک ذمہ دار ہوا تھا اس لئے اُس نے ان عظیم واقعات کو یاد رکھنے کیلئے منتخب کیا ہی جو ہمیشہ دنیا کی رہنمائی کر سکیں۔

قرآن مجید میں احکام و امثال، اصول دین اور شریعت کے بیان کیساتھ آپکو ایک بڑا اہم حصہ قصص کا نظر آئیگا۔ یہ قصص کیا معاذ اللہ صرف دلچسپی کیلئے درج کئے گئے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ اُن کی یاد زندہ رہے اور ہمیشہ لوگ اُن سے سبق حاصل کرتے رہیں۔

شریعت اسلام کے مذہبی احکام میں آپکو یادگار کا پہلو مضمر نظر آئیگا۔ مناسک میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم۔ رمی جمرات کا حکم۔ مقام ابراہیم میں نماز کا حکم اور اسطرح کے بہت سے احکام پورے طور پر کچھ خاص اشخاص اور خاص واقعات کی یاد تازہ کرنیکے لئے بطور یادگار فرض قرار دیئے گئے ہیں۔ یہ عید الضحیٰ میں قربانی کا حکم کس لئے ہے؟ ہزاروں جانداروں کی جان نذر کر دی جاتی ہے کس لئے؟ ایک خاص واقعہ کی یاد تازہ کرنے کیلئے۔ وہ حضرت ابراہیم خلیل خدا کا اپنے فرزند اسمٰعیل کو قربانی کیلئے زیر کارد لٹانا۔ اس قربانی کی یادگار قائم کر دیجاتی ہے تاکہ افراد مذہب میں جذبۂ قربانی زندہ رہے

سچ بتائیگا کہ ایک سابق زمانہ کے رسولؑ کی مثال اور اسکے فرزند کی قربانی مسلمانوں میں جذبۂ عمل زیادہ پیدا کر سکتی ہے یا خود اپنے رسولؐ اور اُسکے فرزند (حسینؑ) کی قربانی؟ نہ تنہا حسینؑ بلکہ اُن کے ساتھ کم از کم بہتر اور منتخب قربانیاں پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کیا قربانی میں قتل ہو گئے تھے؟ نہیں وہاں تو فدیہ آگیا تھا وہ صرف ایک ارادی قربانی تھی جسکی یاد قائم کی گئی ہے مگر پیغمبر اسلام کا نواسہ حسینؑ قربانی کی منزل کو عمل سے طے کر گیا۔

اس نے اپنا سب کچھ خدا کے راستے میں۔ سچائی اور حقانیت

کی حفاظت میں۔ اور اپنے نانا رسول اللہؐ کی شریعت کی حمایت میں قربان کردیا۔

اس قربانی کی یاد کو زندہ رکھنا مسلمانوں کی عملی زندگی کا ایک ضروری جزو ہیں۔ ۱۳۶۱ھ میں اس زندۂ جاوید قربانی کو پورے تیرہ سو برس ہو جائیں گے۔

ضرورت ہی کہ اس موقع پر واقعۂ کربلا کی سیزدہ صد سالہ یادگار شان کے ساتھ قائم کیجائے۔ سبط اصغر حضرت امام حسینؑ کیساتھ کام خوش عقیدہ مسلمانوں کو والہانہ محبت اور عقیدت ہی۔ کوشش کیجارہی ہی کہ یہ یادگار تمام مسلمانوں کی جنب سے پورے اتحاد عمل اور ہم آہنگی کیساتھ قائم کیجائے۔

یادگار کی تحریک کیلئے کام شروع ہوگیا ہی۔

سرمایہ کی فراہمی کی مہم جاری ہی اور کتاب کی تصنیف میں ممتاز درجہ کے اہل قلم حصہ لے رہے ہیں۔ نیز دیگر ضروری انتظامات بھی کئے جارہے ہیں۔

موقع بلند آواز سے ندا دے رہا ہی اور وقت اور تاریخ باعظمت اسلامی جماعت کی طرف نگراں ہیں۔

دیکھنا ہی کہ محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے اُن کے محبوب نواسہ کی یادگار کس شان سے قائم کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں جو کچھ خط و کتابت ہو اُسکے لئے مرکز اقدامات یادگار حسینیؑ ۲۰۹۲ عبدالعزیز روڈ لکھنؤ کا پتہ یاد رکھئے۔ والسلام۔

شہیدِ وفا

(نتیجۂ فکر عالیجناب مولوی عباس علی صاحب شمیمؔ یاقوت گنجوی، خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے)

حسینؑ! ظلم کا طرفہ صلا دیا تم نے
کہ آپ مٹ کے عدو کو مٹا دیا تم نے

متاعِ زندگی و عیش، مال و زر گھر بار
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا تم نے

وقارِ حق پہ فدا کوئی کیسے ہوتا ہے
یہ دیکھنے کو بھی دنیا دکھا دیا تم نے

کریگا کفر نہ اب دعویٔ سرافرازی
کچھ اسطرح اُسے نیچا دکھا دیا تم نے

تھی نینوا میں نہ کچھ دلکشی نہ شادابی
زمینِ شور تھی گلشن بنا دیا تم نے

تمہاری ذات پہ نازاں نہ ہو گا کیوں اسلام
کہ اسکے واسطے خود کو مٹا دیا تم نے

تم اپنے رنج میں خود شادماں رہے لیکن
الم میں اپنے جہاں کو رُلا دیا تم نے

جہاں پہ چھا گئی جب شرک و کفر کی ظلمت
تو اپنا چاند سا مکھڑا دیا تم نے ۴

تمہاری موت بنی زندگیٔ لافانی
جو زندگی کو ہے حق مٹا دیا تم نے

شمیمؔ درسِ حقیقت ہی اسوۂ شبیرؑ
خراب ہو گئے جو اسکو بھلا دیا تم نے

شبیرؑ نمبر کی مزید کاپیاں خرید فرما کر اعانت فرمائیے

ننھا مجاہد

ماخوذ

ذریعہ جناب مرزا بخت صاحب فرخ آباد

اُردو زبان کی اصطلاح میں ننھا اُس بچہ کو کہتے ہیں جو سب سے چھوٹا ہو نابالغ نہ ہو نہ رشید ہو بلکہ کمسن اور کم سمجھ ہو مگر جو بالکل ہی شیر خوار ہو جو ابھی تک جھولے میں آرام کر رہا ہو اُس کا مجاہد ہونا یقیناً قابل قدر ہے آپ کا خیال ہوگا کہ جہاد تو صرف سورماؤں کا کام ہے بہادروں سے شجاعوں سے جوانمردوں ہی سے انجام پاسکتا ہے چھوٹا بچہ کیونکر مجاہد کہلا سکتا ہے نہ وہ تلوار چلا سکتا ہے نہ تیر افگنی کر سکتا ہے نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہے نہ فوجوں کے مقابلہ میں جا سکتا ہے۔

آیئے ہم آپ کو دکھلائیں پہلے آپ جہاد کے معنی سمجھ لیجئے۔ جہاد اس لڑائی کو کہا جاتا ہے جو حق کیلئے ہو۔ خواہ تیر و تفنگ سے ہو یا نیزۂ و شمشیر سے یا قلم سے ہو زبان سے جان سے ہو یا مال سے۔ جو لوگ فوجوں کے مقابلہ میں تیر و شمشیر چلاتے ہیں یا مرتے اور مارتے ہیں وہ بھی مجاہد کہلاتے ہیں جو لوگ زبان یا قلم سے حمایت حق کے اجرا میں جان و مال تصدق کرتے ہیں وہ بھی مجاہد کا خطاب پاتے ہیں۔ ایک شیر خوار بچہ اگر تیر و تفنگ نیزہ شمشیر نہیں چلا سکتا۔ قلم سے کام نہیں لے سکتا مال خدا کرنے سے قاصر ہے تو کم از کم زبان کو استعمال کر سکتا ہے اگر اپنے مطلب کو الفاظی جامہ نہیں پہنا سکتا تو خشک زبان تو دکھا سکتا ہے ایسے بچوں میں سب سے پہلے حضرت عیسےٰ ہیں۔ جنھوں نے بحالت شیر خواری اپنی مادر گرامی کی امداد کی۔ چونکہ بزرگان قوم ان کو قصوروار سمجھ کر سزا دینے کا قصد کر رہے تھے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ نے جھولے سے باواز بلند (بقدرت خدا) عصمت حضرت مریمؑ کی شہادت دی اور حق کی حمایت میں جہاد کیا۔ حضرت مریمؑ کی جان بچائی اور منکرین کو ایمان لانے پر مجبور کیا۔

دوسری مجاہد کا نام علی ابن ابی طالب ہے کہ جنھوں نے بحالت شیر خواری اژدر کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اور ابوجہل کے منھ پر طمانچہ مارا اور بتوں کی خاک کا قشقہ نہ لگانے دیا اور کفار قریش کو بت پرستی اور بت پرستی سے منع کیا پیدا ہوتے ہی بانیٔ اسلام کی اعانت اور حق کی حمایت میں جہاد کیا۔

تیسرے مجاہد کا نام علی بن حسینؑ ہے چونکہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اس لئے علی اصغر کہلائے۔ حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں پڑے پڑے اپنی مادر گرامی کی امداد کی۔ اس ننھے مجاہد نے گہوارہ سے اچھلکر میدان جنگ میں اپنے پدر عالیمقدار کی اعانت فرمائی گھوڑے پر سوار ہونے کے قابل نہ تھے تو باوا کی گود میں سوار ہوکر میدان میں آئے۔ حضرت عیسیٰ نے تو گھر ہی میں بزرگان قوم اور خاندان کے سامنے زبان کھولی اور حسین مظلوم کے ننھے

از جناب حافظ احمد میر خان صاحب انور قائمگنجوی متعلم علیگڈھ جامعہ ہند

خاص رسالہ سلطان شیر نمبر کیلئے

تڑپا جو پیاس سے علی اصغر تمام رات
چھلکا کئے بہشت میں ساغر تمام رات

حیدر کی روح روحِ حسن روحِ فاطمہؑ
مضطر ہوا ہی سب کو برابر تمام رات

کیا جانے ہوگا شاہ کے لخت جگر کا خیال
ترسا ہے بوند پانی کو دن بھر تمام رات

غش کھا گیا جو پیاس سے بانو کا نور عین
اشکوں سے خشک ہونٹھ کئے تر تمام رات

ہوتا ہی درد گوش سکینہ میں جب سوا
روتی ہی پھوٹ پھوٹ کے مادر تمام رات

میدان کربلا سے نہ آگے کو بڑھ سکا
چلتا رہا ہے شاہ کا لشکر تمام رات

جس رات یاد آتے ہیں مصائب حسینؑ کے
خنجر سے دل پہ چلتے ہیں انور تمام رات

معاون اور سپاہی ننھو اکو دشمنوں کے سامنے زبان کھولی۔ منھ کی گو سوکھی زبان تھی مگر دشمنو ... اور بابا کی تشنگی کی شہادت کے کلیجے شق کر گئی۔ آہ اس پر اکتفا نہ کی بلکہ شاہ و کم سپاہ کے اس ننھے سپاہی نے تیروں کے مقابلہ میں جان لڑادی۔ حرملہ کے تیر سہ شعبہ کے مقابلہ میں جان سا گلا پیش کر دیا اور باپ کی گود میں خون کا گھونٹ پیکر حق جہاد کو ادا ...

حسینؑ کی دیانت داری اور ایمانداری حق کوشی۔ صبر و استقلال اور جمیع اخلاق حسنہ و مطہرین تعلیم اسلام کے قائل نہ ہوں۔ سچ ہے۔ اے علی اصغر۔ اے ننھے مجاہد۔ اے بے ہیرین شہید۔ اے ...

ذکر مظالم

جناب حضرت مقدس اکبرآبادی

غم شبیرؑ میں فریاد ہی شیون ہی نالے ہیں
زمیں کا ذکر کیا مصروف ماتم چرخ والے ہیں

علی کا لعل زیر خنجر قاتل تڑپتا ہے
نبی موجود ہیں خاتون جنت کو سنبھالے ہیں

خیام آل احمدؐ لٹ رہے ہیں مر چکے سرور
غضب ہی پردے والی بیبیوں کی جاں کے لالے ہیں

سر شبیرؑ نیزے پر چڑھا زینبؑ مقید ہی
فلک یہ احمد مختار کی گودی کے پالے ہیں

مہار قافلہ ہی ہاتھ میں سجادؑ جاتے ہیں
سلاسل کے دو حلقے چاند سے پیرو نکیں ہالے ہیں

گلے میں طوق تن لاغر عجب صورت ہی عابدؑ کی
زباں پر شکر خالق پاؤں کے تلووں میں چھالے ہیں

یہ کب سجادؑ کے ہاتھوں میں ہی زنجیر بیڑی کی
خوشی سے کشتی امت کے لنگر کو سنبھالے ہیں

ہمیشہ جبین سے رکھنا علی اصغرؑ کو تربت میں
زمین کربلا یہ شاہ کی گودی کے پالے ہیں

نہیں ممکن بیاں کرنا مقدس شہ کی مظلومی ※ غم سرور نے دل میں سیکڑوں ناسور ڈالے ہیں

... زبان ... فصیح ... ضعف و ناتوانی شجاع ... قوی تیر ... احسان نہ صرف ہم پر ہے بلکہ دنیا و مافیہا پر ہے عبادت خانوں پر ہے مساجد پر ہے۔ خود حسینؑ پر ہے جان اسلام پر ہے۔ روح و روان ایمان یعنی رسول عربی محمدؐ مصطفےٰ احمدؐ مجتبیٰ پر ہے اور انتہا یہ ہے کہ خود مالک خالق اسلام یعنی خالق ارض و سموات۔ خدائے قدیر بے مثل و نظیر بے نیاز الغنی۔ رب العالمین پر ہے اگر شک ہو تو آیہ جہاد کو پھر دیکھو ...

حمایت حق اور اطاعت والدین میں اپنی کمسنی کا خیال نہ کرنا چاہیئے بلکہ حق اطاعت یہ ہے کہ جان تک لڑا دی جائے۔ عجب نہیں ہے کہ دنیا اور اندھی دنیا کو اگر شہادت علی اصغرؑ نہ ہوتی تو حسینؑ کی صداقت میں شک پڑتا مگر اس شہادت عظمیٰ نے قیامت تک کیلئے ایسے لوگوں کے منہ پر مہر سکوت لگا دی اب اس کے سوا چارہ ہی نہیں کہ

نذرِ عقیدت بحضور امام حسین علیہ السلام

از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن خاں صاحب مجیبی ایڈیٹر مجیب و سکریٹری مسلم لیگ ضلع فرخ آباد

حکومت وہ حکومت ہے حسینؑ ابن علی تیری
کہ ہے دونوں جہاں میں آج بھی شاہنشہی تیری
مزین کیوں نہ ہو تاجِ شہادت فرقِ عالی پر
سپہرِ نبوت ہے امامت منجلی تیری
تیری حقانیت نے حق پرستی کی بنا ڈالی
جہاں میں تا ابد باقی رہے گی خسروی تیری
سیادت نام سے تیرے چمک اٹھی زمانے میں
جھلکتی ہے زمین و آسماں سے سروری تیری
ستارے بن کے نور افشاں ہیں تیرے خون کے چھینٹے
زمانے بھر کو روشن کر گئی حق آگہی تیری
تیرا اسمِ گرامی لیکے آج اسلام زندہ ہے
کلام اللہ میں موجود ہے تابندگی تیری
نہ جنبش ہو سکی اے کوہِ استقلالِ اسلامی
زمین نے کیا فلک کی گردشوں نے داد دی تیری
تلوارِ محمد تیرے ہاتھ ہے ابنِ رسول اللہ
ید اللّٰہی بھی تیری ذوالفقارِ حیدری تیری
لٹا دی حرمتِ دینِ متیں کی راہ میں دنیا
سخاوت وہ سخاوت ہے سخی ابنِ سخی تیری
اتر کر کربلا کے دشت میں وہ طرحِ نو ڈالی
کہ جس سے چار دانگ عالم میں شوکت چھا گئی تیری
لرزتا اللہ کی قوت سے سحرِ سامری توڑا
جلالت دیکھ کے آکر عصائے موسوی تیری
گل گلزارِ ابراہیم اے ابنِ ذبیح اللہ
کلامِ حق میں ہے ذبحِ عظیم آراستگی تیری
شہیدِ اعظمِ حق، پیکرِ اخلاقِ قرآنی
رسولِ دوسرا کا عشق ہے وابستگی تیری
تجھی سے گلشنِ اسلام میں تازہ بہار آئی
عنادل کے ترانوں سے عیاں ہے تازگی تیری

ترا گلزارِ ایمانی اُجڑ کر بھی نہیں اُجڑا
کہ روحِ فصلِ گل آخر بنی پژمردگی تیری
وہ فوجِ شام کی ظلمت طرازی اے معاذ اللہ
رلاتی ہے لہو عشاق کو تشنہ لبی تیری
علی اصغرؑ نے سوکھے ہونٹوں پر زباں پھیری
فضا معمور ہے جس سے یہ وہ تقریر تھی تیری
کی آیاتِ کریمہ تیری حامل ہیں
بل احیاءٌ یقتل خدا کا تو ہوا ساری خدائی ہو گئی تیری
منور ہو رہے ہیں تجھ سے دل ایمان والوں کے
مثال بھی نہیں ہے کچھ مہ و خورشید کی تیری
عیاں کر دی حقیقت دینِ قیم کی سرِ عالم
کہ ہے قرآن کی تفسیرِ روشن زندگی تیری
ملک جاروب کش ہیں آج تیرے آستانے کے
شہنشاہوں کو بھی حاصل نہیں ہے بیکسی تیری
گنہگارانِ امت کیلئے تیرا سہارا ہے
سرافرازیِ دو عالم ہے مولا پیروی تیری
تصور تیرا کم کر دے نہ کیوں ہولِ قیامت کو
نشانِ شانِ بخشش بنی ہے زندگی تیری
ترا پیراہنِ خون گشتہ جب محشر میں آئے گا
نظر آئیگی کل عالم کو شانِ خسروی تیری
عجب رتبہ ہے اے شہزادۂ گلگوں قبا تیرا
گلوں میں رنگ و بو تیرا چمن میں تازگی تیری
جہاں میں تجھ سے نورِ آیۂ تطہیر پھیلا ہے
مہ و خورشید پر چھائی ہوئی ہے روشنی تیری
وہ سکہ جو شفیعِ محشر کام آئے گا
بیانِ مخبرِ صادق سے ہے وہ دوستی تیری
دکھا دے اپنا روضہ بندۂ ناچیز کو شاہا
بجا لائے حفیظ اس زندگی میں بندگی تیری

سلام

نتیجہ فکر از جناب نواب بہاء الدین صاحب بخت گڑھی کہنہ فرخ آباد

ہم جہاں میں داستانِ غم سناتے ہی رہے
مجلسوں میں رونیوالوں کو رُلاتے ہی رہے

لافتیٰ کی ضرب کا نقشہ دکھاتے ہی رہے
بلبلِ سدرہ کے بازو تھرتھراتے ہی رہے

تاقیامت ایک محفل قبر میں ہوتی رہی
مدحتِ شہ ہم فرشتوں کو سناتے ہی رہے

داغِ عصیاں دُھل گئے کوثر ملا جاگیر میں
رُونے والے دیر تک آنسو بہاتے ہی رہے

چھپ سکا اب تک نہ خونی کربلا کا واقعہ
لاکھ دشمن اسکو دنیا سے چھپاتے ہی رہے

جاں بلب ہوں تشنگی سے تھی سکینہ کی فغاں
آہ عمو جان پانی لیکے آتے ہی رہے

تیر کھا کر حرملہ کا کر گئے وعدہ وفا
باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ مسکراتے ہی رہے

لاشۂ اکبرؑ پہ بانو نے یہ رو رو کر کہا
مر گئے تم ہائے ہم دولہا بناتے ہی رہے

غم میں شاہِ کربلا کے مغفرت اپنی ہی بخت
ہم جہاں میں لذتِ دارین پاتے ہی رہے

ایک محقق کی قلم سے

عزاداری امام حسین علیہ السلام کا جواز

خاص سلطان شبیر نمبر کیلئے

کسی مذہب کی سچائی کی بڑی علامت یہ ہے کہ اس مذہب کے پیشوایان کا ثبات قدم اور مستقل مزاجی کیساتھ مصائب کو برداشت کر لینا اور اپنے اصول سے منحرف نہ ہونا۔ بانی اسلام کے چہیتے نواسے نے اس اصول کو پیش نظر رکھ کر آخر دم تک حق کی حمایت کی اور سچائی کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے عزیز اقارب بھائی بھتیجے اور بیٹوں کو قربان کر دیا اور جب کچھ نہ رہا تو اپنی قربانی بھی دیدی لیکن سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ یقیناً حسینؑ کی یہ قربانی دنیا کے سامنے ایک سبق پیش کرتی ہے اور غیر مذاہب کے ماننے والے بھی اس مظلومیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ بیشک اسلام ہی وہ مذہب ہے جو صداقت کی حمایت کرنے والا ایسا مظلوم پیش کرتا ہے۔

وہ مذاہب جن میں ایسے افراد کی کمی ہے وہ کوشش کر کے مظلوم تراشتے ہیں اور ان کے واقعات دردانگیز گڑھ کر پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ متاثر ہوں۔ مثلاً عیسائی حضرت مسیحؑ کے سولی دینے کے واقعہ کو انتہائی دردانگیز طریقہ پر پیش کرتے ہیں اور یہ تبلیغ کرتے ہیں کہ مسیحؑ نے کتنی مظلومیت کے ساتھ سولی پائی لیکن مسلمان قرآن پاک کی رو سے سولی پانے کے قائل نہیں ہیں۔ مسیح کے ماننے والے صلیب کا نشان بنا کر اور گرجا میں محفلیں منعقد کر کے مسیح کی مظلومیت کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور اب تک ایسٹر اور گڈ فرائیڈے کے موقع پر یہ سوگ منایا جاتا ہے۔ حالانکہ مسیحؑ کی مظلومیت باوجود اس خود ساختہ واقعات کے حسینؑ کی مظلومیت کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں ہے لیکن مسلمان جن کا مظلوم پیشوا۔ اسلام کے تحفظ اور سچائی کی بقا کیلئے مظلوم بنا اور اس نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا اور سچائی کی آن کیلئے اپنے آخری خون کے قطرے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کی مظلومیت کی یادگار قائم رکھنے میں اختلاف کریں۔ مسلمان اگر عقل و تدبر سے کام لیں اور حسینؑ کی مظلومیت کو دنیا کے سامنے پیش کریں تو آج دنیا دو حانیت کی گرویدہ بن سکتی ہے۔

اسلام کی بقا کیلئے حسینؑ نے اپنا خون بہایا لیکن یہ گوارہ نہ کیا کہ ایک فاسق و فاجر بدکار، رسول اللہؐ کا جانشین بن کر اسلام کی خوبیوں کو خاک میں ملا دے اور ریتی بدعت جاری کر کے تعلیمات اسلامی کو مسخ کر دے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ حسینؑ کی شخصیت کو اقوام عالم کے سامنے پیش کریں اور کہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا مظلوم نہیں پیش کر سکتا جس نے اس طرح اپنے مذہب کیلئے جان قربان کی ہو۔

اگر ہم ضد اور فرقہ بندی نیز نفسانیات کو سامنے رکھکر تعصب میں غرق ہو جائیں گے تو حسینؑ کی شخصیت کا اس پر بہت برا اثر پڑے گا اس لئے ہمیں ایسے اختلاف نہیں پیدا کرنا چاہئے جس سے حسینؑ کی عالمگیر مقبولیت میں فرق پیدا ہو۔

حسینؑ کی شہادت اور مصائب کے تذکرہ پر آنسو بہانے کو اگر کفر سمجھا جائے تو یہ انتہائی ضد اور نفسانیت ہوگی۔ اور ہر ذی عقل اس بات کو اچھا نہیں سمجھے گا انسان کی فطرت ہے کہ وہ غم کے موقعہ پر مغموم اور خوشی کے موقعہ پر مسرور ہو۔

اگر کسی کا جوان بیٹا مر جائے تو وہ بغیر آہ و بکا کئے نہیں رہ سکتا یہ فطرت انسانی ہے پھر یہ سوال پیدا کرنا کہ حسینؓ کے غم میں آنسو بہانا کفر ہے ایک لغو بات کے سوائے کیا کہا جا سکتا ہے مشکوٰۃ شریف۔ ترمذی اور صواعق محرقہ میں وہ مشہور خواب آج تک لکھتے ہیں جو حضرت ابن عباسؓ اور ام المومنیں ام سلمہؓ نے دیکھے کہ روز عاشور جناب رسالت مآبؐ کے سر اور ریش کے بال گرد آلود ہیں اور ہاتھوں میں ایک شیشہ ہے جس میں خون بھرا ہے۔ ابن عباس نے دریافت کیا" فرمایا کہ یہ میرے فرزند حسینؓ اور اصحاب حسینؓ کا خون ہے جس کو میں دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔ اُم سلمہ نے رسالت مآب کو روتے ہوئے دیکھا

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۸، صفحہ ۱۱۹)

پیران پیر حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں " سبط علی قتل الحسینؑ بن علی یوم

ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین میں ذیل کی عبارت

یعنی جس دن سے حضرت امام حسینؓ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اس روز سے ستر ہزار فرشتے زمین کربلا پر نازل ہوئے جو قیامت تک گریہ و زاری کرتے رہیں گے"

حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ روز عاشور ہائے ہائے کر کر کے روتے رہتے تھے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد شیخ ابو بکر   بان کے یہاں محرم کی ایک ذکر شہادت میں شریک تھے اور آنیوالوں کے جوتے سنبھال سنبھال کر رکھتے جاتے تھے۔ لکھا ہے کہ آپ کا گریبان چاک اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے جب ذکر شہادت بیان ہوا تو آپ چیخ مار کر روئے اور غش کھا کر گر پڑے

خدا کے تمام برگزیدہ بندے حضرت امام حسینؓ کے غم میں مغموم رہے ہیں اور ایام محرم میں اس غم کو تازہ کر کے دنیا کے سامنے اس دل ہلا دینے والے واقعہ کو پیش کر کے مواعظ فرماتے رہے ہیں۔ قرآن مجید کا فرمان " ذکر رؤ زیادہ ہنسو کم" صاف بتاتا ہے رونے والے کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ کا اتنا رونا کہ آنسو کا دریا بہہ نکلا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نوحہ کرتے کرتے نوحؑ نام پڑ جانا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی میں نوحہ کرتے کرتے اندھے ہو جانا اور خود حضرت محمد الرسول اللہ کا اپنے خدا سے ڈر کر گریہ و زاری کرنا اور حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت پر روتے روتے بیخود ہو جانا ہی کیا کم مثالیں ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرا کا اپنے باپ رسول اللہ کی رحلت کے بعد شب و روز رونا یہاں تک کہ روتے روتے فرط غم سے انتقال کر جانا اور حضرت امام زین العابدین کا واقعہ کربلا کے بعد عمر بھر رونا دینداروں کیلئے ایک ایسا سبق ہے جسکو وہ کبھی بھول نہیں سکتے۔ رونے سے انسان کے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور اسکے دل میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ کسی کی مصیبت پر آنسو بہانا انسانی فطرت ہے۔ جسے دنیا کی طاقت روک نہیں سکتی صوفیائے کرام اور بزرگان ملت ہمیشہ آہ و زاری کر کرکے اپنے خدا سے رو رو کے دعائیں مانگا کئے ہیں۔

یہ عجب بات ہے کہ اپنی مصیبت پر رویا جائے تو وہ کفر نہیں۔ اپنے بیٹے کی موت پر دھاریں مار مار کے اور پچھاڑیں کھا کھا کے رویا جائے تو ممنوع نہیں۔ قوالیوں کی محفل میں چیخ چیخ کر اپنے پیر کی یاد میں رویا جائے تو منع نہیں لیکن حسینؓ کی گود کے پالے علی اصغر کے تیر لگنے پر۔ حسینؓ کے کڑیل جوان کے کلیجہ پر بھالا لگنے پر۔ حسینؓ کے ذبح کئے جانے پر گھوڑوں کی ٹاپوں سے لاشوں کے روندے جانے پر ننھے ننھے بچوں کے طمانچے لگائے جانے پر سیدانیوں کی چادریں چھینی جانے پر۔ رسولؐ زادیوں کے لٹنے اور خیموں میں آگ لگائے جانے پر خاندان رسالت کی قید و بند پر اگر محبت بھرے دلوں میں آنسو ڈبڈبا آئیں یا بے تابانہ چیخ نکل جائے تو وہ کفر ہے۔ بدعت ہے حرام ہے۔

اسی کو ضد اور نفسانیت کہتے ہیں۔

لیکن میں ایسے رونے کا بھی قائل نہیں جو لوگوں کے دکھانے کیلئے اپنے کو بہترین دیندار اور محب حسینؑ ثابت کرنے کیلئے مجلس میں شور و غل مچانے کیلئے ریاکاری کا رونا رویا جائے یہ واقعات ہی ایسے ہیں جو انسان [illegible] ہلا دیتے ہیں اور انسان کو ضبط کی طاقت نہیں رہتی۔ جسطرح باز ریاکار انسان صوفیائے کرام

کی محفل قوالی میں چیخنے چلاتے ہیں اور بناوٹی حال و قال میں وجد کرکے لوگوں پر اپنی روحانیت اور صوفیت کا سکہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح بعض جاہل بد بخت ذکر حسینؓ میں خواہ مخواہ مجلس کو سر پہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان حرکتوں کے وہ ذاتی طور پر ذمہ دار ہیں۔ عزائے حسینؓ اور مظلومی حسینؓ پر ہر رونیوالا مورد الزام نہیں ہو سکتا۔

تعزیہ داری

یادگار حسینؓ کا دوسرا ذریعہ تعزیہ داری بھی سمجھا جاتا ہے جسکے متعلق مسلمانوں میں زبردست اختلاف ہے۔ حالانکہ تعزیہ داری عملاً ہر قوم کرتی ہے۔ بعض عقیدتمند ہندو مثلاً مہاراجہ گوالیار وغیرہ اور سنی مسلمان اور شیعہ مسلمان سبھی تعزیہ کا جلوس نکال کر یادگار قائم کرتے ہیں لیکن اس چیز کو بھی علماء شرعی کسوٹی پر جانچ کر حرام بتاتے ہیں۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تعزیہ داری کی رسم جو مسلمانوں میں سالہا سال سے جاری ہے وہ اس مقدس گروہ کی مخالفت کے باوجود اب تک بند کیوں نہیں ہوئی۔ تحقیق کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مخالفت کرنیوالے گروہ کی نیت خیر نہیں ہے اور اس کا مقصد یادگار حسینؓ کو فنا کرنا ہے اس لئے یہ حسینیؓ اعجاز ہے کہ وہ ابتک اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

صوفیائے کرام کا اس باب میں خاموش رہنا اور علمائے بریلوی کا بھی بین بین پالیسی رکھنے میں کوئی راز مضمر ہے۔ جب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ گنج مرادآباد شریف سے تعزیہ داری کی بابت پوچھا گیا تو حضور نے سکوت فرمایا اور مزید پوچھے جانے پر ارشاد فرمایا کہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں انھیں کرنے دو۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مولانا اس راز کو سمجھتے تھے کہ جو رسم تعزیہ داری کے نام سے سیکڑوں برس سے جاری ہے اس میں مداخلت کرنے سے کہیں یادگار حسینیؓ پر برا اثر نہ پڑے اس لئے سکوت فرمایا۔

دیوبند کے علماء نے ہمیشہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تعزیہ داری کو جڑ سے ختم کرانے کی کوشش کی۔ اگر یہ علماء اتنا وقت ان مذموم رواج کی اصلاح کیلئے صرف کرتے تو انھیں یقیناً کامیابی ہوتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہلا کے طبقہ نے تعزیہ داری میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے اور ان کی بعض حرکتیں گناہ کے درجہ تک پہونچ جاتی ہیں لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ قدیم یادگار کے طریقہ کو جڑ سے ختم کر دیا جائے بلکہ ان افراد کی اصلاح کی ضرورت ہے جسکی طرف ہمارے نیک علماء توجہ نہیں کرتے۔

تعزیہ داری کی ایجاد خواہ کسی خیال کے ماتحت کی گئی ہو اور اس کا موجد کوئی بھی ہو لیکن اب تو یہ جلوس محرم کا ایک جزو بنکر رہ گئی ہے اور یادگار کا ایک ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔

جس طرح بزرگان دین کیلئے عرس اور قوالی کا ہونا اور گاگروں کا اٹھایا جانا۔ عرب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محمل شریف کا مصر سے آنا اور شبیہ محمل کا جلوس نکلنا۔ جلوس میلاد النبیؐ میں جھنڈوں کا اٹھایا جانا اور ہر جم اسلامی کا جلوس نکالا جانا جلوسوں میں ایک شان پیدا کر دیتا ہے اور یادگار کے جلوسوں میں ایک اہمیت پیدا کرتا ہے اسی طرح حضرت امام حسینؓ کی یادگار میں حضور کے روضہ کی شبیہ بنا کر جلوس میں شامل کرنا بھی ایک یادگار رسم ہو گئی ہے چونکہ رسم پرانی ہو چکی ہے اس لئے اگر اب تعزیہ کو محرم کے جلوس میں نہ لایا جائے تو ایک عجب خیز بات معلوم ہو گی مسلمان نسلاً بعد نسلاً اس طور پر محرم کی یادگار مناتے چلے آئے ہیں اس لئے تعزیہ کو محرم سے ایک مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔

اب بعض وہابی العقیدہ مولویوں کا یہ اختلاف کہ تعزیہ داری حرام ہے ناجائز ہے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے۔ ہاں اگر وہ تعزیہ داری کی مذموم رواج کی اصلاح کیلئے کمربستہ ہو کر اخلاقی طور پر جد و جہد کریں تو جہلا کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن تعزیہ داری ہی کو ایک سرے سے ختم کرنا ان کی ذہنیت ہے۔ اور خارجی ذہنیت کے جراثیم ان کے دل سے اس قسم کی بات ظاہر کرا دیتے ہیں

تعزیہ کا احترام

خانہ کعبہ کی نقل مسجد کی شکل میں ہم تیار کرتے ہیں۔ اس میں اینٹ اور چونے کے سوائے کچھ نہیں ہوتا اور انسانی ہاتھوں سے ایک عمارت تیار کرائی جاتی ہے۔ اس کا احترام ہم پر کیوں واجب ہے؟ اس عمارت کا جسکو مسجد کہا جاتا ہے کیوں احترام کیا جاتا ہے۔ اور دوسری عمارتوں کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا۔ عقل بتاتی ہے کہ مسجد کہلانے والی عمارت کا صرف اسلئے احترام واجب کیا گیا ہے کہ اس کی نسبت خانۂ کعبہ کی طرف ہے جو خدا کا سب سے پہلا گھر ہے۔ مسجد کا احترام صرف اسلئے ہے کہ ہم نے اسکو خدا کی طرف منسوب کر دیا اور اسکی عبادت کیلئے اسکو مخصوص کر دیا۔

بزرگان دین کی گاگروں کا احترام بھی صرف اس اصول کے ماتحت ہے کہ ان گاگروں کی نسبت بزرگان دین کی طرف دیکھی جاتی ہے ورنہ ان گاگروں میں از خود کوئی صفت نہیں۔

خانۂ کعبہ پر جو کپڑے کا سیاہ غلاف چڑھایا جاتا ہے اور جسکو حجاج اپنے ہمراہ لاتے ہیں ہر شخص اس غلافِ کعبہ کو چومتا ہے۔ اور اپنی آنکھوں سے اس کپڑے کو مس کر دینا خیر و برکت کا باعث سمجھتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ اس سیاہ کپڑے میں از خود کوئی اوصاف نہیں بلکہ اس کی نسبت خانۂ کعبہ کی طرف ہے جس کا احترام ہم کرتے ہیں۔

اسی طرح تعزیہ جو حضرت امام حسینؓ کے روضہ کا نقشہ کہا جاتا ہے اور جو حسینؓ کے روضہ کی طرف منسوب ہے احترام کا مستحق ہے۔ تعزیہ کی لکڑی کھپچ اور کاغذ میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی بلکہ اسکی نسبت ایک مقدس ہستی کی طرف ہے جسکو رسولِ خدا نے اپنی زبان چوسا چوسا کر پالا تھا اس لئے مسلمان اس کا احترام کرتے ہیں۔

معاذ اللہ میرا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مسلمان تعزیہ پرستی کریں یا اسکو اپنا معبود سمجھیں اسلام غیر خدا کی پرستش کی تعلیم نہیں دیتا لیکن اس کا احترام اسی طرح کریں جسطرح مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے ان نقشوں کا کرتے ہیں جو مسجدوں اور مکانوں میں فریم کئے ہوئے آویزاں رہتے ہیں۔ حضرات شیعہ تو تعزیہ کو دیکھ کر اپنی ٹوپیاں اتار لیتے ہیں اور صوفیائے کرام تعزیہ کا جلوس نکلنے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے بعض دیوبندی ملا اور وہ لوگ جنکے دل عقیدتمندی سے خالی ہیں ان چیزوں کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

تعزیہ سے منت مانگنا۔ مراد مانگنا اور اس کو سجدہ کرنا یقیناً حرام ہے لیکن اسکو نواسۂ رسولؐ کے روضہ کی شبیہ سمجھکر احترام کرنا کسیطرح گناہ نہیں ہو سکتا۔ کپڑے کے بنے ہوئے جھنڈوں کا احترام اور تعزیہ کا احترام یکساں ہے۔ چونکہ ان چیزوں کو دیکھ کر حسینؓ قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے، تعزیہ داری ہماری قدیم رسم ہے اور محرم کے جلوس تعزیہ داری کیساتھ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ جس سے شوکت جلوس معلوم ہوتی ہے۔ یوم النبیؐ کے جلوس میں بغیر جھنڈے کے مجمع کا گذر جانا اور صوفیا کے جلوس میں بغیر گاگروں کے جلوس کا نکل جانا جلوس میں کوئی کشش نہیں رکھتا۔ اسی طرح جلوس تعزیہ و علم کے بغیر اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ تعزیہ کو دیکھکر اپنے اور پرائے سب خیال کرتے ہیں کہ یہ اجتماع اسکی یادگار کا ہے۔ جسکے روضہ کی شبیہ جلوس کے ہمراہ ہے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو نمایاں کر کے خواہ مخواہ کا اختلاف نہ پیدا کیا کریں اور اگر کسی مذموم رسم کی اصلاح بھی کریں تو اس پہلو سے کہ مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا نہ ہو تعزیہ داری کی اس رسم کو جو ہندو مسلمان شیعہ سنی کی مشترک اور قدیم رسم ہے ایک اختلافی چیز پیدا کرنا قوم میں انتشار کا باعث ہوگا۔ اور مسلمان اس رسم کو اپنی عقیدتمندی سے چھوڑینگے نہیں اس لئے اس میں فضول کی بحث کرنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ اصلاح کیلئے عملی قدم کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں پر شرک کا شائبہ پیدا نہ ہونے پائے۔

سلام

حضرت تمنا مرحوم لکھنوی

لاشے پڑے ہیں خون میں ہر سو بھرے ہوئے
شہ چپ ہیں دونوں آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

اکبر کی لاش لائے جب شہ تو خون سے
رخسار تھے بھرے ہوئے ابرو بھرے ہوئے

اکبر کی ماں نے جن کو سنوارا تھا رات بھر
اب خاک و خوں میں ہیں وہی گیسو بھرے ہوئے

اے گلشنِ بہشت یہ کس کا ہے انتظار
دامن میں اپنے پھول جو ہی تو بھرے ہوئے

اِک نہر خون بھی نہر سے مل کر بہے گا آج
عباسؑ کے یہ کہتے ہیں بازو بھرے ہوئے

فوجِ عدو کے سامنے بل کھا رہی ہے زلف
غصہ میں یوں ہیں اکبرِ مہرو بھرے ہوئے

اب شہ کی آسمان و زمیں پر تو ہے نظر
اور خون لختِ دل سے ہیں چلّو بھرے ہوئے

اصغرؑ کو لیکے جاتے ہیں مقتل میں اب حسینؑ
ماں چپ کھڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

کیا جانے حرملہ کا ارادہ ہے آج کیا
ترکش میں ہے جو تیر سہ پہلو بھرے ہوئے

آمد ہے کربلا کے شہیدوں کی خلد میں
کوثر پہ جام رکھے ہیں ہر سو بھرے ہوئے

عباسؑ کا یہ غم ہے کہ دریا کا ہر حباب
اب تک ہے اپنی آنکھ میں آنسو بھرے ہوئے

پیشِ یزید آتے ہیں اب شاہ کے حرم
دربار میں ہیں لاکھوں جفاجو بھرے ہوئے

دفنا رہے ہیں رن میں اب اصغرؑ کو یوں امام
ہے رخ پہ گرد آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے

عشرے کو اسلحے تھے تمنّا نہ جن کے پاس
پتھر تھے جھولیوں میں وہ بدخو بھرے ہوئے

غمِ حسینؑ فطرتِ انسانی ہے

(نوشتہ عالیجناب مولوی محمد عزیز اللہ صاحب قریشی مقیم سیت پوسٹل کلرک قنوج)

(خاص سلطان کیلئے)

علم و فضل دولت و ثروت شجاعت و مردانگی ایثار و خدمت خلق و ہمدردی سخاوت وغیرہ جوہر انسانی ہیں جو اپنے اندر خاص کشش رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرات انبیا کو ہمیشہ یہ خوبیاں عطا ہوئیں اور جنھوں نے اعلائے کلمۃ اللہ میں مدد دی علاوہ ان خوبیوں کے ایک بے پناہ کشش رکھنے والی خوبی امتحان ابتلا میں کامیاب ہوتا ہے ابتلا و مظلومیت وہ چیز ہے جسکو دیکھ کر سوائے شقی ازلی کے ہر دشمن و دوست متاثر و مغموم ہو جاتا ہے اور دیدۂ پُر آب ہو کر اپنا کلیجہ تھام لیتا ہے۔ مثال کے طور پر راستوں کے دونوں جانب بے شمار درخت قطار باندھے کھڑے ہوتے ہیں لیکن شاید ہی کبھی کوئی اُن کو بغور دیکھتا ہو لیکن ہاں اگر کوئی درخت بے برگ و برکیوں ہی نہ ہو اگر بادِ تند کا کوئی جھونکا اسکو زمین پر سر بسجود کر دے تو جلد رو مسافر بھی حسرت و تاسف بھری نگاہ سے اُسے دیکھنے لگتا ہے۔ آفتاب و ماہتاب روزانہ کرۂ ارض پر جلوہ گری کرتے ہیں لیکن کوئی نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہاں مگر جب گہن واقع ہوتا ہے تو ہر کس و ناکس اُسے دیکھنے کیلئے بیچین ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں ؟ اسلئے کہ وہ عارضی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم نے اس چیز کو اسطرح بیان فرمایا ہے کہ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ اَشَدُّھُمْ اِبْتِلَاءً اللہ کے نزدیک جو بندہ جتنا محبوب و مقرب ہوتا ہے اُتنی ہی سخت اسکی جانچ کیجاتی ہے۔ شعر

آزمائش ہے نشانِ بندگانِ محترم
امتحاں ہوتا ہے اُنکا جن پہ ہوتا ہے کرم

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرات انبیا تک سے امتحان صبر و رضا لیا گیا۔ مگر جو سخت امتحان اللہ کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمدؐ بالفاظ دیگر حضرت حسینؑ کا ہوا وہ شاید ہی کسی کا ہوا ہو۔ حضرت آدم جنت سے بہ حسرت و یاس جدا ہوتے ہیں اور عرصہ تک گریہ وزاری کرتے ہیں حضرت نوح کی کشتی گرداب طوفان میں چکر کھاتی ہے۔ حضرت ابراہیم سے انکے عزیز بیٹے کی قربانی طلب کی جاتی ہے۔ حضرت یعقوب کی جدائی اُن کے عزیز فرزند یوسفؑ سے ہوتی ہے مگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ تمام قسم کی ابتلا عارضی تھی اور اسکے بعد سبکو رستگاری اور نجات حاصل ہو کر صبح زندگی دنیوی زندگی میں نصیب ہوئی دنیا کے سامنے ایک ایسی ہستی بھی موجود ہے جس نے امتحان ابتلا میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد دورِ مسرت کا منھ دنیوی زندگی میں نہیں دیکھا۔ حضرت حسینؑ اپنے نانا جان کے مزار بہشت زار سے جدا ہوتے ہیں لیکن آہ پھر دشمنان اسلام نے خلد مدینہ کو نہ جانے دیا۔ ریگستان کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر حسینؑ کا لاشہ بے سر تڑپ رہا ہے مگر کوئی پیغام یا نامہ کونی بَرْدًا وَّسَلَامًا کا نہیں پہونچا۔ حسینؑ اپنے جوان بیٹے کو رضا مولا پر قربانی کیلئے پیش کرتے ہیں مگر حضرت ابراہیم کی طرح ان کو کوئی فدیہ نہیں ملتا۔ حضرت یعقوب کی آنکھیں اپنے عزیز بیٹے یوسفؑ کو پا کر روشن ہو جاتی ہیں مگر حسینؑ کو علی اکبر ایسا جوان بیٹا علی اصغر ایسا شیر خوار بچہ علی قاسم ایسا بھتیجہ، حُر ایسا جاں نثار دوست دنیا میں پھر دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ انبیا کے تمام واقعات ابتلا ہمارے سامنے موجود ہیں گو اس کے ختم ہونیکے بعد سب نے دور خوشی و مسرت دیکھا لیکن پھر بھی ہمکو متاثر کر دیتے ہیں بھلا اُس عظیم الشان نبیؐ کے پیارے نواسہ حضرت علی کے لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے نور عین کی مظلومیت اور مصائب ہمکو کیوں نہ بے اختیارانہ رُلائیں جس نے اسلام کو فنا ہونے سے بچانے کیلئے یہ سب کچھ برداشت کیا ہو اور پھر دنیوی زندگی میں دورِ عشرت نہ دیکھا ہو۔ کیا ان تمام واقعات کے باوجود یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ ہم حسینؑ مظلوم کا غم کرنے پر مجبور ہیں۔ کسی صاحبِ عقل کا صحیح فتویٰ ہے کہ ذکرِ غم حسینؑ فطرتِ انسانی ہے اور اس ذبیح مظلوم پر آنسو بہانا عین آئین آدمیت ہے۔

مبتلائے غم ہے وہ اور تو اِدھر مسرور ہے
دوستی کا کیا زمانے میں یہی دستور ہے

تمام شد

مولوی عزیز اللہ قریشی والمدنی فتحگڈھی

شہزادۂ اعظمؓ

تواریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہی کہ مصیبت ہر انسان پر آتی ہے۔ مگر اس کی حیثیت کے لایق، جتنی بڑی ہستی ویسی ہی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ اسلام کا یہ شہزادۂ اعظم جسے دنیا امام حسینؓ کے نام سے یاد کرتی ہے کسقدر لاڈ و پیار سے پالا گیا تھا اور کیا کیا ناز برداری نہ کی گئی تھی۔ نانا جانؐ کی آنکھوں کے تارے تھے وہیں ماںؓ باپؓ کی نظروں میں سورج چاند، علاوہ ماں باپ کے تمام روئے زمین کے مسلمان اس شہزادۂ اعظم کے ایک اشارے پر اپنی جان و مال ہر وقت فدا کرنیکو طیار رہتے تھے۔ مگر جسوقت دشمنان اسلام نے آپس میں تفرقہ ڈلوا کر اسلام میں انتشار پھیلوایا اور قدرت کو امتحان لینا منظور ہوا تو اس شہزادۂ اعظم نے فوراً مجاہد اعظم کی صورت اختیار کی اور دنیا کے سامنے ایسی نظیر پیش کی کہ دنیا حیران رہ گئی اور آج تک حیران ہے۔ حیرت میں ڈالنے والے دو واقعات سب سے زیادہ اہم ہیں جس پر غور کرنے سے عقل حیران رہ جاتی ہی۔ اوّل تو یہ کہ جس شہزادۂ اعظمؓ نے لاڈ و پیار میں زندگی بسر کی ہو وہ ایکدم لاکھوں دشمنوں کے سامنے اس شجاعت سے لڑے کہ بڑے سے بڑے دشمن بھی حیران ہوگئے دوسرے باوجود اس پریشانی کے میدان جنگ بھوک اور پیاس میں مبتلا ہو کر مجسم ایثار و قربانی کا عملی بہترین ثبوت پیش کرتے ہیں۔ وہاں حضرت ابراہیمؑ وقت ذبح حضرت اسمٰعیلؑ کی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتے ہیں مگر یہ شہزادۂ اعظمؓ اپنے تمام چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے سامنے شہید ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اور خود بھی سجدۂ شکر رب ذوالجلال کا ادا کرتے ہیں۔ اور شہید ہو جاتے ہیں اور دنیا کے سامنے ایک وہ نظیر قربانی کی پیش کرتے ہیں کہ دنیا تا قیامت دوسرا نمونہ نہ پیش کر سکے آہ کتنا غضبناک وہ سبق تھا کہ جب آپکے تمام ساتھیوں پر کھانا اور پانی بند، راستہ بند مگر یہ شہزادہ اعظم اپنے خالق و مالک کے فرض کو جب بھی نہ بھولا۔ پانی اگر نہ ملا تو تیمم ہی سے نماز پڑھی۔ افسوس! آج ہم اس شہزادۂ اعظم کی امت میں ہیں۔ ہر سال انکی یادگار منانیکے بڑی بڑی تیاریاں کر [illegible] ہیں اور سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر وہ نہیں کرتے جو امام حسینؓ نے خود کیا اور حکم دیا کہ اگر ایک طرف شہزادہ اعظم تھے تو دوسری طرف جرنیل اعظم بھی تھے۔ نماز کے اتنے شیدائی تھے کہ وقت شہادت بھی نماز ہی کو اپنے خالق کی خوشی کا باعث سمجھا۔ میدان کربلا ہے اور ایک ایک کر کے سب شہید ہو رہے ہیں مگر یہ شہزادہ اعظمؓ سب کو صبر کی تلقین کر رہے اور خود بھی صبر کر رہے ہیں۔ کسی قسم کا نہ آہ و بکا ہے نہ شکوۂ و شکایت اب آخر میں میں اس ناچیز مضمون کو ختم کرتے ہوئے تمام مسلمان بھائیوں سے اور خصوصاً خاکسار بھائیوں سے مؤدبانہ درخواست کرونگا کہ اس شہزادہ اعظمؓ کی شہادت سے سبق حاصل کریں اور کلام پاک کی تلاوت کرکے شہید اعظمؓ کی ارواح مطہرات کو بخشیں اور خداوند کریم سے دعا کریں کہ خداوند قدوس ہم سب خاکساروں کو حضرت امام حسینؓ کے قدم بہ قدم چلنے کی توفیق بخشے اور مصیبت کے وقت اس طرح ثابت قدم رکھے جیسا کہ شہزادۂ اعظمؓ کو رکھا تھا۔

خاکپائے شہزادہ اعظم

اکرام الٰہی خاکسار سالار فتحگڈھ

۱۳۶۱ھ کا محرم

مسلمانوں کے قومی اور مذہبی احساس و بیداری کے بڑے امتحان کا موقع ہی کیونکہ اس موقعہ پر واقعہ کربلا کو **پورے تیرہ سو برس ہو جاتے ہیں**

اس موقعہ پر ضرورت ہی کہ فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؓ کی یاد امتیازی شان کیساتھ تازہ کی جائے اور اس سیزدہ صد سالہ صد سالہ یادگار کو

بڑے پیمانہ پر قائم کرکے اقوام عالم کو مجاہد کربلا کی شخصیت اور ان کی زندۂ جاوید کارنامۂ شہادت سے روشناس کرایا جائے اسکی یادگار کی تکمیل کیلئے کام شروع ہو گیا ہی۔ تمام افراد ملت اس یاد کو تازہ کرنے میں پورے جوش و خروش سے حصہ لیں۔

قطعہ

مقتبس از مثنوی "رموزِ بیخودی"

نتیجۂ فکرِ علامہ سر محمد اقبال

۱ آں امامِ عاشقاں پورِ بتول
سروِ آزادے ز بستانِ رسولؐ

۲ اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

۳ بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل

۴ سرخ رو عشقِ غیور از خونِ او
شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ او

۵ درمیانِ اُمت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ہو اللہ در کتاب

۶ موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

۷ زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغِ حسرت میری است

۸ چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

۹ خاست آں سر جلوۂ خیر الامم
چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم

۱۰ بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہا کارید و رفت

۱۱ بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

۱۲ مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نہ کردے با چنیں ساماں سفر

۱۳ دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد
دوستانِ او بہ یزداں[۱] ہم عدد

۱۴ سرِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

۱۵ عزمِ او چوں کوہساراں استوار
پائدار و تندسیر و کامگار

۱۶ تیغ بہرِ عزتِ دیں است و بس
مقصدِ او حفظِ آئیں است و بس

۱۷ خونِ او تفسیرِ ایں اسرار کرد
ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد

۱۸ رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم
ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم

۱۹ اے صبا! اے پیکِ دور افتادگاں!!
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

۱۔ قاعدۂ ابجد سے "یزداں" کے عدد ۷۲ ہوتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہ قطعہ سر محمد اقبالؒ کا ہے "رموزِ بیخودی" سے مقتبس ہے اس میں انھوں نے امام حسینؑ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کوفہ میں شہید ہونیوالے نائب حسین حضرت مسلم بن عقیل کا قبہ
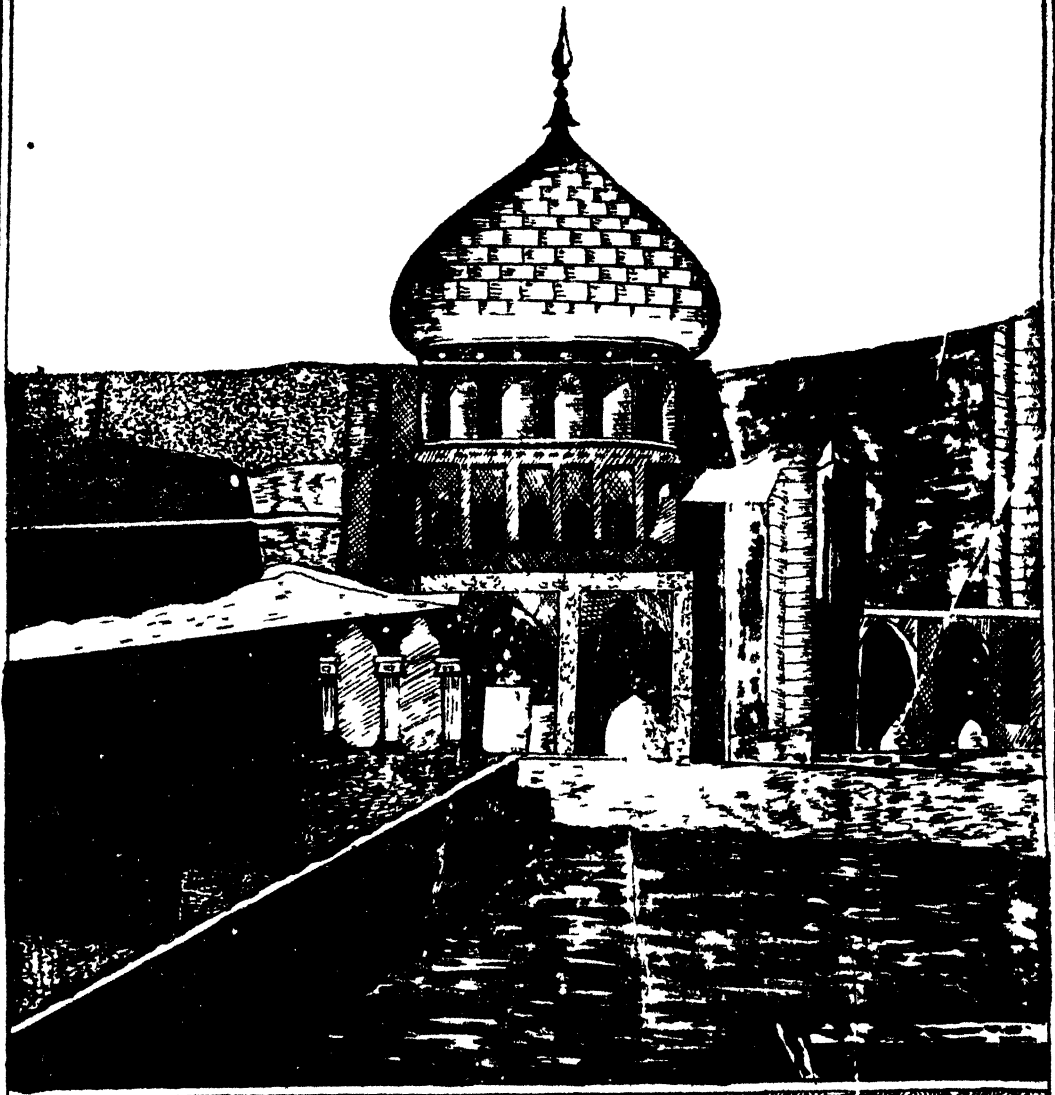
پریس کی وہ طاقت ہے
جس نے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا
اپنے پریس کی طاقت مضبوط کرو آپکو ہر کام میں کامیابی ہوگی
قوموں اور ملکوں میں جو انقلاب
ہوئے ہیں وہ پریس ہی کی طاقت کی بدولت ہوئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکا بھی ترقی یافتہ
قوموں میں شمار ہو تو اپنے پریس کی طاقت مضبوط کیجئے اور اپنے سلطان پریس کو سلطان الیکٹرک
پریس بنا دیجئے اسکے لئے آپ کی چھوٹی سے چھوٹی رقم شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی
اخبار سلطان کی دلچسپیاں
مسلم لیگ اور اخبار سلطان
کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلم لیگ کا
ترجمان ہی ملک اخبار سلطان
آپکی آواز ہے۔ اس آواز کو
ہندوستان کی بڑے سے بڑے شہر اور
چھوٹے سے چھوٹے گاؤں تک میں پہنچانا آپکا
قومی اور مذہبی فریضہ ہے سالانہ چندہ صرف
زمینداری کی کاغذات اور کھتونیاں
اگر آپکو زمینداری کے کاغذات و کھتونیاں
وغیرہ چھپوانا ہوں تو سلطان پریس کو یاد
رکھئے جہاں بہترین کام کفایت کیساتھ
ہوتا ہے اور وعدہ کے بموجب وقت پر
کام تیار کر دیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ
آپکی تجارت شاندار نظر فریب اشتہار
کامیاب تاجروں سے اگر آپ
پوچھیں گے کہ کامیابی کا راز کیا ہے تو وہ
یہی کہیں گے کہ اشتہار اگر آپ ایک
کامیاب تاجر بننا چاہتے ہیں تو اپنی قابل قدر
اشیاء کا اشتہار سلطان میں دیں
پتہ منیجر سلطان پریس فتحگڈھ یوپی۔
میرزا اشرف علی جو پرنٹر پبلشر نے سلطان پریس فتحگڈھ میں چھپوا کر دفتر اخبار سلطان فتحگڈھ سے شایع کیا